قوموں کی اصلاح نوجوانوں کی اصلاح کے بغیر نہیں ہو سکتی

ماہنامہ

خالد

ربوہ

ہجرت ۱۳۵۱ ہش
مئی ۱۹۷۲ء

ایڈیٹر سید عبدالحی شاہد ایم۔ اے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

اِسْتَبِقُوا الْخَیْرٰتِ

مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کا ترجمان

"تیری عاجزانہ راہیں اس کو پسند آئیں"

(الہام المسیح الموعودؑ)

"قوموں کی اصلاح نوجوانوں کی اصلاح کے بغیر نہیں ہو سکتی"

(المصلح الموعودؓ)

ماہنامہ خالد ربوہ

جلد ۱۸ | ہجرت ۱۳۵۱ھش | شمارہ

مئی ۱۹۷۲ء

فہرست

پبلشر:- محمد شفیق قیصر

مطبع:- ضیاء الاسلام پریس ربوہ

مقام اشاعت:- دفتر ماہنامہ خالد

دارالصدر جنوبی ربوہ

قال اللہ تعالیٰ

کامیاب مومن

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝ الَّذِیْنَ ھُمْ فِیْ صَلَاتِھِمْ خٰشِعُوْنَ ۝ وَالَّذِیْنَ ھُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ ۝ وَالَّذِیْنَ ھُمْ لِلزَّکٰوۃِ فٰعِلُوْنَ ۝ وَالَّذِیْنَ ھُمْ لِفُرُوْجِھِمْ حٰفِظُوْنَ ۝ اِلَّا عَلٰٓی اَزْوَاجِھِمْ اَوْمَا مَلَکَتْ اَیْمَانُھُمْ فَاِنَّھُمْ غَیْرُ مَلُوْمِیْنَ ۝ فَمَنِ ابْتَغٰی وَرَآءَ ذٰلِکَ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْعٰدُوْنَ ۝ وَالَّذِیْنَ ھُمْ لِاَمٰنٰتِھِمْ وَعَھْدِھِمْ رٰعُوْنَ ۝ وَالَّذِیْنَ ھُمْ عَلٰی صَلَوٰتِھِمْ یُحَافِظُوْنَ ۝ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْوٰرِثُوْنَ ۝ الَّذِیْنَ یَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ ؕ ھُمْ فِیْھَا خٰلِدُوْنَ ۝

(سورۃ المومنون : ۱ تا ۱۲)

وہ کامل مومن اپنی مراد کو پہنچ گئے :-

۱- جو اپنی نمازوں میں عاجزانہ رویہ اختیار کرتے ہیں۔

۲- جو لغو باتوں سے اعراض کرتے ہیں۔

۳- جو (باقاعدہ) زکوٰۃ دیتے ہیں۔

۴- جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں۔

(سوائے اپنی بیویوں کے یا جن کے مالک ان کے داہنے ہاتھ ہوئے ہیں پس ایسے لوگوں کو کسی قسم کی ملامت نہیں کی جائے گی اور جو اس کے سوا کسی اور بات کی خواہش کریں گے تو وہ لوگ زیادتی کرنے والے ہوں گے۔

۵- جو اپنی امانت اور اپنے عہد کا پاس کرتے ہیں۔

۶- جو اپنی نماز کی حفاظت کرتے ہیں۔

یہی لوگ اصل وارث ہیں۔ جو فردوس کے وارث ہوں گے اور اس میں ہمیشہ رہتے چلے جائیں گے ؁

قَالَ الرَّسُوْلُ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيْضَةٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ وَّ مُسْلِمَةٍ۔ (ابن ماجہ)

ترجمہ۔ انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ علم حاصل کرنا ہر مسلمان مرد اور مسلمان عورت پر فرض ہے۔

تشریح از حضرت مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ عنہ:۔

چونکہ اسلام کی بنیاد اس یقینی علم پر ہے جو خدا کی طرف سے آخری شریعت کی صورت میں نازل ہوا ہے اور پھر اسلام ہر بات کو دلیل کے ذریعہ منواتا ہے، اس لئے اسلام میں علم کے حصول کے لئے انتہائی تاکید کی گئی ہے اور یہ حدیث ان بہت سی حدیثوں میں سے ایک ہے جن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مردوں اور عورتوں کو علم سیکھنے کی تاکید فرمائی ہے۔ اور اس ہدایت پر آپ کو اتنا اصرار تھا کہ ایک دوسری حدیث میں آپ فرماتے ہیں کہ "علم سیکھو خواہ اس کے لئے تمہیں چین کے کناروں تک جانا پڑے" اور یاد رہے کہ اُس زمانہ کے حالات کے لحاظ سے چین کا ملک نہ صرف عرب سے ایک دُور ترین ملک تھا، بلکہ اس کے رستے بھی ایسے مخدوش تھے کہ وہاں تک پہنچنا غیر معمولی اخراجات اور غیر معمولی کوفت اور غیر معمولی خطرے کا موجب تھا اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چین کے ملک کو مثال کے طور پر بیان فرما کر دراصل اشارہ یہ کیا ہے کہ خواہ تمہیں علم حاصل کرنے کے لئے کتنی ہی دُور جانا پڑے اور کیسی ہی تکلیف کا سامنا ہو۔ علم وہ چیز ہے کہ اس کے لئے مومن کو ہر تکلیف اُٹھا کر اس کے حصول کا دروازہ کھولنا چاہیئے۔ چنانچہ تاریخ سے ثابت ہے کہ بعض اوقات ابتدائی مسلمان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک ایک حدیث سُننے کے لئے سینکڑوں میل دُور کا سفر اور غیر معمولی اخراجات برداشت کر کے صحابہؓ کی تلاش میں پہنچتے تھے۔ چنانچہ جب ایک شخص مدینہ سے سینکڑوں میل کا سفر اختیار کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ابودرداءؓ کے پاس ایک حدیث سُننے کی غرض سے دمشق آیا تو ابودرداءؓ نے اسے وہ حدیث بھی سُنائی اور ساتھ ہی یہ بھی کہا کہ مَیں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے کہ

جو شخص علم حاصل کرنے کی غرض سے کسی رستہ کا سفر اختیار کرتا ہے تو خدا تعالیٰ اس کے لئے اس علم کے علاوہ جنت کا رستہ بھی کھول دیتا ہے۔ اور ایک دوسری حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ عالم انسان کا درجہ ایک ایسے عابد انسان کے مقابلہ پر جو اپنی عبادت کے باوجود علم سے خالی ہے ایسا ہے کہ جیسے عام ستاروں کے مقابلہ پر چودھویں رات کا چاند ہوتا ہے۔ اور ایک تیسری حدیث میں فرماتے ہیں کہ ایک عالم انسان شیطان پر ہزار عابدوں سے بھی زیادہ بھاری ہوتا ہے۔ اور ایک چوتھی حدیث میں فرماتے ہیں کہ میری اُمت کی بہترین بھلائی نیک علماء میں ہے اور ایک پانچویں حدیث میں فرماتے ہیں کہ علماء گویا نبیوں کے وارث ہوتے ہیں۔ مگر جیسا کہ چوتھی حدیث میں اشارہ کیا گیا ہے سچا علم وہی ہے جس کے ساتھ نیکی اور تقویٰ شامل ہو۔

الغرض اسلام میں علم کے حصول کی انتہائی تاکید کی گئی ہے اور سچے علم کا وہ مقام تسلیم کیا گیا ہے جو ایمان کے بعد کسی دوسری چیز کو حاصل نہیں۔ اور پھر علم کو ایک غیر محدود چیز قرار دے کر ہدایت کی گئی ہے کہ خواہ تمہیں کتنا ہی علم حاصل ہو جائے پھر بھی مزید علم کے حصول کی کوشش کرتے رہو۔ چنانچہ اور تو اور خود فخرِ موجودات سرورِ کائنات سید الرسل حضرت خاتم الرسل صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا تعالیٰ قرآن شریف میں یہ دُعا سکھاتا ہے کہ قُلْ رَّبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا۔ "یعنی اے رسول! تم ہمیشہ یہ دُعا مانگتے رہو کہ خدایا! میرے علم میں بیش از بیش ترقی عطا کر" اور پھر جیسا کہ حدیث زیرِ نظر میں صراحت کی گئی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے علم کے حصول کو صرف مردوں تک محدود نہیں کیا بلکہ عورتوں کو بھی اسی طرح تاکید فرمائی ہے۔

کتابچہ "یاد رکھنے کی باتیں"

تمام قائدین مجالس اور ناظمین اطفال مطلع رہیں کہ کتابچہ "یاد رکھنے کی باتیں" میں کامیاب ہونے کا معیار سو فیصدی نمبر حاصل کرنا ہے۔ یہ امتحان ۳۰ احسان (۳۰ جون) بروز جمعہ ہوگا۔

(مہتمم اطفال خدام الاحمدیہ مرکزیہ)

مجلس کی ماہوار رپورٹس

ہر مجلس خدام الاحمدیہ کے لئے ضروری ہے کہ وہ ہر ماہ کی پندرہ تاریخ کو گزشتہ ماہ کی رپورٹ کارگزاری مرکز میں بھجوائے۔ قائدین اضلاع کو بھی اپنی رپورٹس باقاعدگی سے بھجوانی چاہئیں۔ (معتمد مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ)

سیرت حضرت مسیح موعود علیہ السلام

حضرت منشی ظفر احمد صاحب کپورتھلوی مرحوم رضی اللہ عنہ جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بہت پرانے اور مقرب صحابی تھے روایت کرتے ہیں کہ ایک دفعہ بنی پور آسام کے دُور دراز علاقہ سے دو (غیر احمدی) مہمان حضرت مسیح موعودؑ کا نام سُن کر حضورؑ کو ملنے کے لئے قادیان آئے اور مہمان خانہ کے پاس پہنچ کر لنگر خانہ کے خادموں کو اپنا سامان اُتارنے اور چارپائی بچھانے کو کہا لیکن ان خدام کو اس طرف فوری توجہ نہ ہوئی اور وہ ان مہمانوں کو یہ کہہ کر دوسری طرف چلے گئے کہ آپ یکہ سے سامان اُتاریں چارپائی بھی آجائے گی۔ اُن تھکے ماندے مہمانوں کو یہ جواب ناگوار گزرا اور وہ رنجیدہ ہو کر اُسی وقت بٹالہ کی طرف واپس روانہ ہو گئے۔ مگر جب حضورؑ کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی تو حضورؑ نہایت جلدی ایسی حالت میں کہ جوتا پہننا بھی مشکل ہو گیا اُن کے پیچھے بٹالہ کے رستہ پر تیز تیز قدم اُٹھاتے ہوئے چل پڑے۔ چند خدام بھی ساتھ ہو گئے اور حضرت مولوی ظفر احمد صاحبؓ روایت کرتے ہیں کہ میں بھی ساتھ ہو لیا۔ حضورؑ اس وقت اتنی تیزی کے ساتھ اُن کے پیچھے گئے کہ قادیان سے دو اڑھائی میل پر نہر کے پل کے پاس اُنہیں جا لیا اور بڑی محبت اور معذرت کے ساتھ اصرار کیا کہ واپس چلیں اور فرمایا آپ کے واپس چلے آنے سے مجھے بہت تکلیف ہوئی ہے۔ آپ یکہ پر سوار ہو جائیں میں آپ کے ساتھ پیدل چلوں گا۔ مگر وہ احترام اور شرمندگی کی وجہ سے سوار نہ ہوئے اور حضورؑ اُنہیں اپنے ساتھ لیکر قادیان واپس آ گئے اور مہمان خانہ میں پہنچ کر اُن کا سامان اُتارنے کے لئے حضورؑ نے خود اپنا ہاتھ یکہ کی طرف بڑھایا۔ مگر خدام نے آگے بڑھ کر سامان اُتار لیا۔ اس کے بعد حضورؑ اُن کے پاس بیٹھ کر محبت اور دلداری کی گفتگو فرماتے رہے اور کھانے وغیرہ کے متعلق بھی پوچھا کہ آپ کیا کھانا پسند کرتے ہیں اور کسی خاص کھانے کی عادت تو نہیں؟ اور جب تک کھانا نہ آ گیا حضورؑ اُن کے پاس بیٹھے ہوئے بڑی شفقت کے ساتھ باتیں کرتے رہے۔ دوسرے دن جب یہ مہمان واپس روانہ ہونے لگے تو حضورؑ نے دودھ کے دو گلاس منگوا کر اُن کے سامنے بڑی محبت کے ساتھ پیش کئے اور پھر دو اڑھائی میل پیدل چل کر بٹالہ کے رستہ والی نہر تک چھوڑنے کے لئے اُن کے ساتھ گئے اور اپنے سامنے یکہ پر سوار کرا کے واپس تشریف لائے۔

(اصحاب احمد جلد ۴)

ہز ایکسی لینسی چانگ تنگ سفیر عوامی جمہوریہ چین

کی

مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کے دفتر میں تشریف آوری

---

۱۸ اپریل سنہ ۱۹۷۲ء کو ہمارے عظیم اور مخلص ہمسایہ ملک ـــــ عوامی جمہوریہ چین ـــــ کے سفیر ہز ایکسی لینسی چانگ تنگ اپنے مختصر قیام ربوہ کے دوران مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کے دفتر میں بھی تشریف لائے۔ جناب سفیر کے ہمراہ چینی سفارت خانہ کے تھرڈ سیکرٹری مسٹر چین سونگ۔ لو بھی تھے جنہوں نے ترجمان کے فرائض ادا کئے۔

سفیر موصوف کی کار ٹھیک آٹھ بج کر بیس منٹ پر ایوان محمود میں آکر رُکی تو صدر مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ مکرم پروفیسر چوہدری حمید اللہ صاحب ایم۔ اے نے آگے بڑھ کر السلام علیکم کہا اور جناب سفیر موصوف کو خوش آمدید کہتے ہوئے مصافحہ کیا ـــــ اس کے بعد صدر محترم نے نائب صدر صاحبزادہ مرزا خورشید احمد صاحب اور مرکزی عاملہ کے دیگر ارکان کا (جو ایک قطار میں کھڑے تھے) تعارف کرایا۔ تعارف کے بعد معزز سفیر نے صدر مجلس کی راہنمائی میں دفتر مرکزیہ کے مختلف حصوں کو دیکھا ـــــ صدر صاحب نے سفیر محترم کو بتلایا کہ مجلس کے اراکین نے زیادہ تر اپنی کوشش اور عطایا کے ذریعہ اپنے اس دفتر اور ہال کو بنایا ہے جو کہ ان ڈور (INDOOR) کھیلوں، ٹیبل ٹینس اور بیڈ منٹن کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے اور کانفرنس ہال کا کام بھی دیتا ہے۔

اس کے بعد جناب چانگ تنگ کو دفتر کے دوسرے حصے دکھائے گئے۔ گیلری میں ایک میز پر مجلس مرکزیہ کی جملہ مطبوعات کو نہایت قرینے سے سجایا گیا تھا۔ صدر مجلس نے سفیر موصوف کو مجلس کے ماہانہ رسائل خالد اور تشحیذ الاذہان خاص طور پر دکھائے۔ نیز اطفال کی کتب LESSONS ON ISLAM جن کا فرانسیسی زبان میں بھی ترجمہ

عوامی جمہوریہ چین کے معزز سفیر ربوہ میں تشریف آوری پر حضرت امیرالمؤمنین خلیفتہ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ کے ہمراہ تحریک جدید کے گیسٹ ہاوس میں داخل ہو رہے ہیں
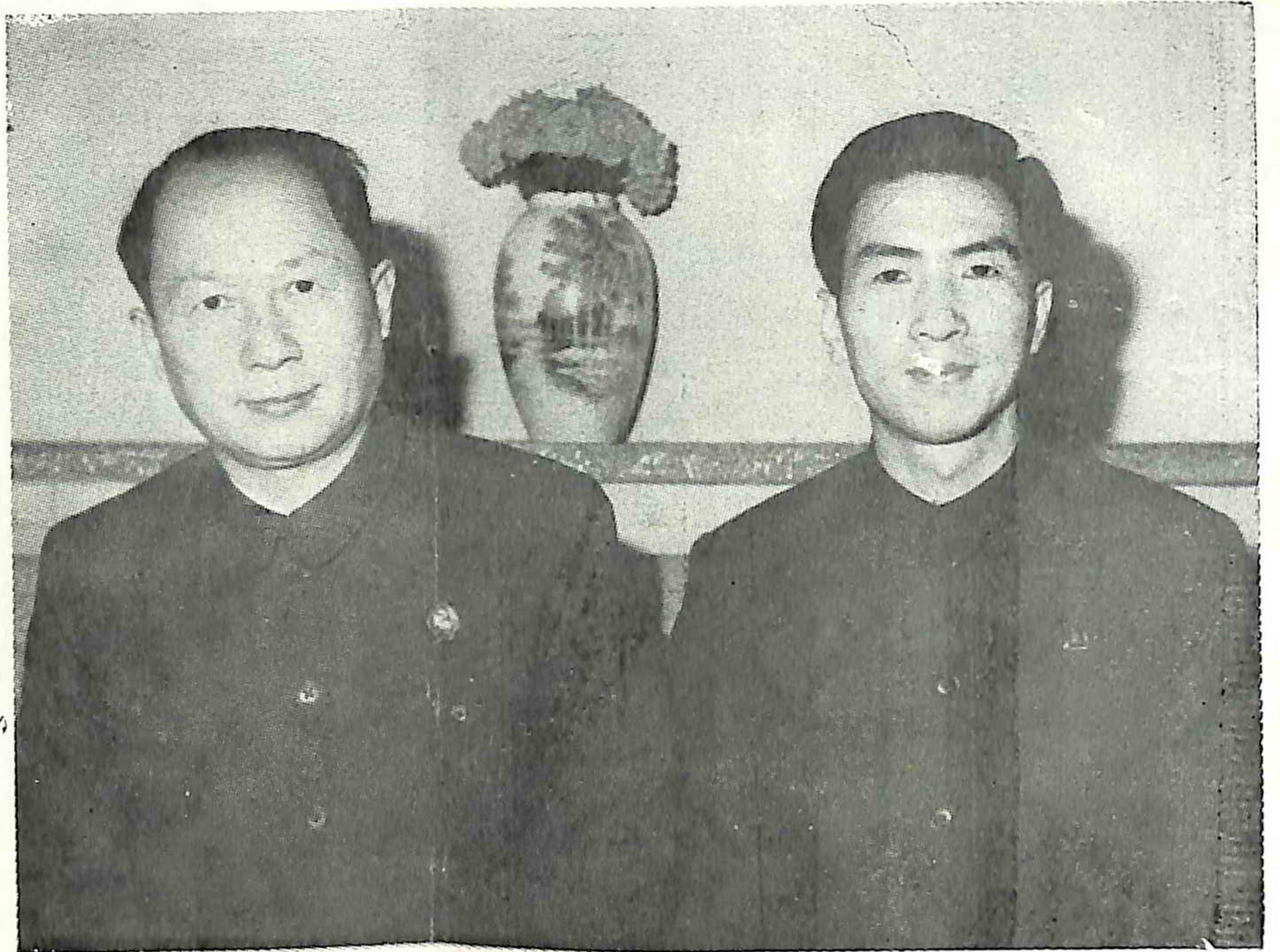
عوامی جمہوریہ چین کے
ہز ایکسی لینسی چانگ
(بائیں طرف) اور چینی سفارت
کے تھرڈ سیکرٹری مسٹر چن س
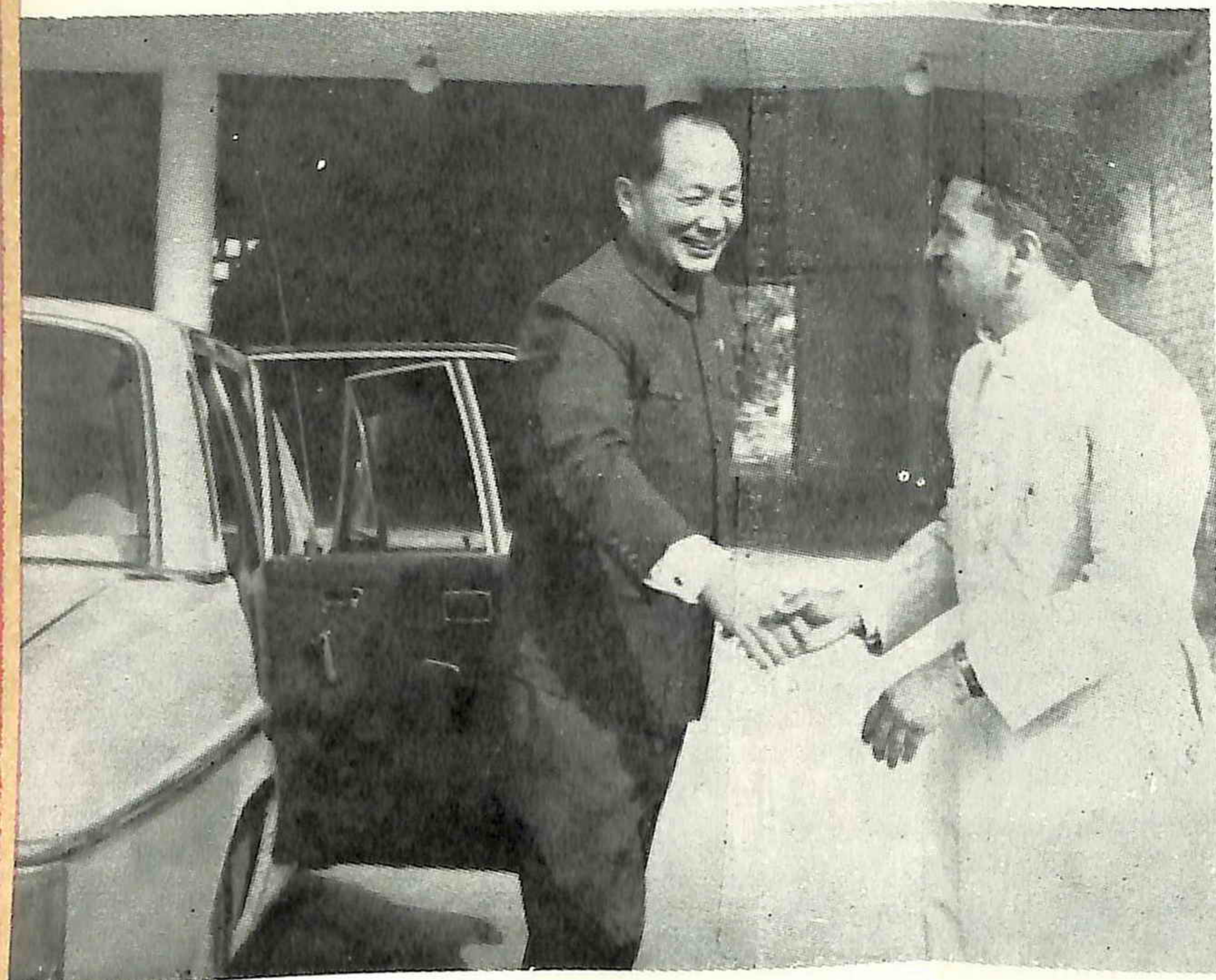
صدر مجلس محترم چوہدری حمید اللہ
صاحب عوامی جمہوریہ چین کے
سفیر کا استقبال کر رہے ہیں

جناب چانگ تنگ سفیر عوامی
جمہوریہ چین محترم صدر صاحب
مجلس مرکزیہ کے دفتر میں تشریف
فرما ہیں صدر محترم انکو تنظیم
کا تعارف کروا رہے ہیں آپ کے
ساتھ مرکزی مہتممین تشریف فرما
ہیں
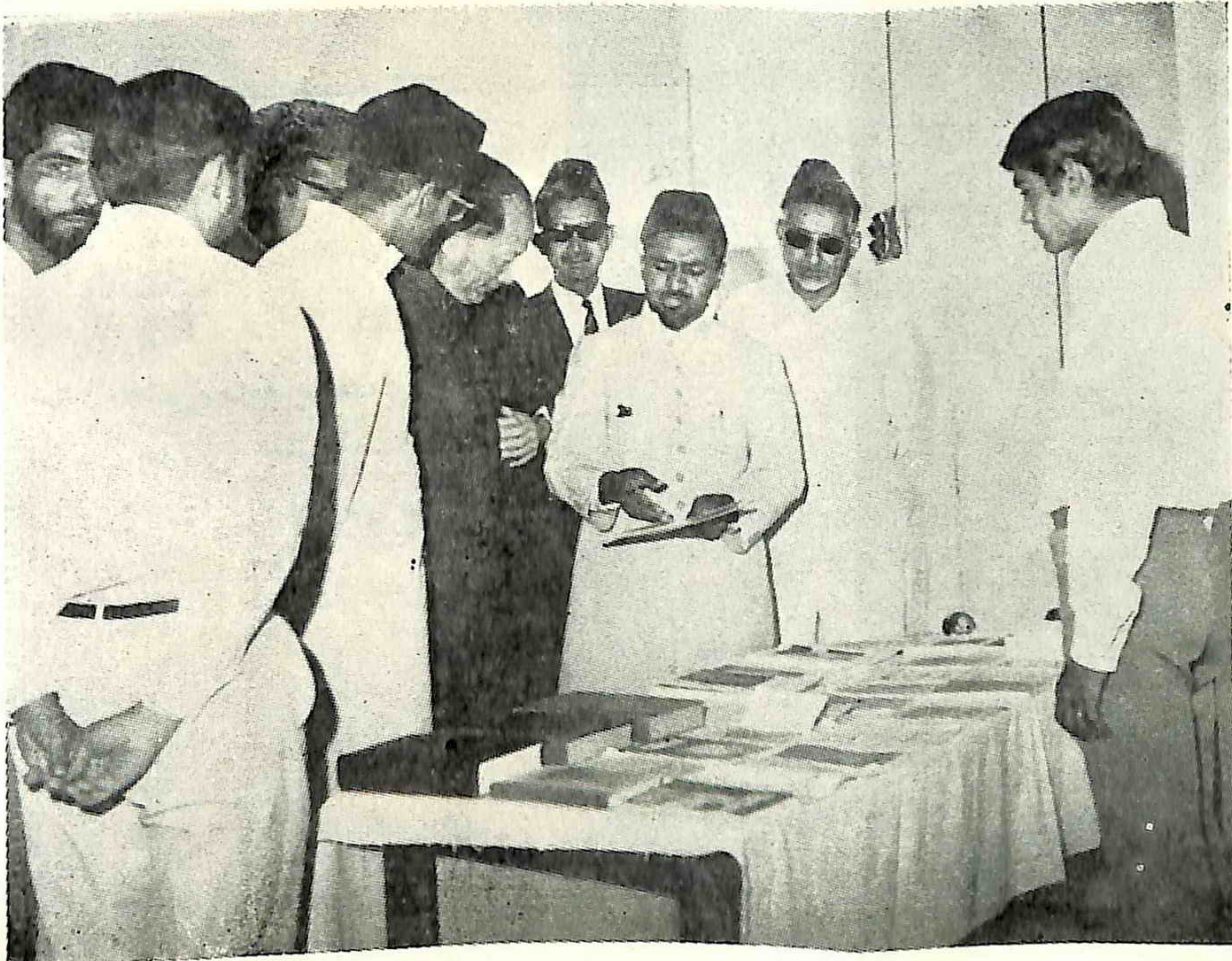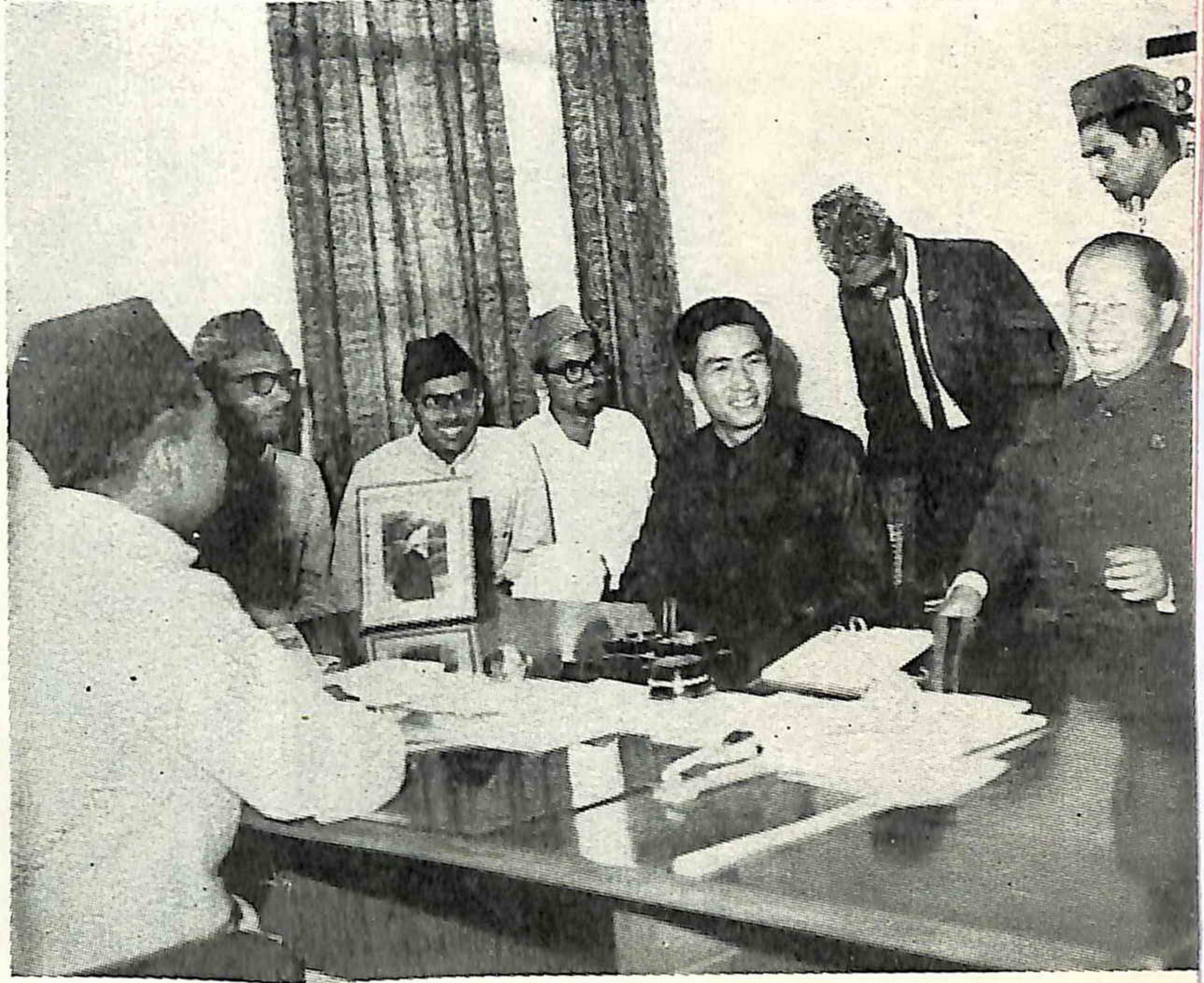
صدر صاحب مجلس مرکزیہ
کے سفیر کو خدام الاحمدیہ
یہ کی مطبوعات سے متعارف
رہے ہیں

ہوا ہے دکھائیں۔ بعد میں معزز مہمان چند منٹ کے لئے صدرِ مجلس کے دفتر میں تشریف فرما ہوئے۔ سفیر موصوف کے ساتھ ان کے ترجمان تھے اور مرکزی عاملہ کے ممبران بھی اس موقع پر موجود تھے۔

صدر محترم نے معزز سفیر کو بتایا کہ احمدی نوجوانوں کی اس تنظیم کا نام مجلس خدام الاحمدیہ ہے۔ اس کی بنیاد سنہ ۱۹۳۸ء میں رکھی گئی تھی۔ یہ ایک رضاکارانہ تنظیم ہے۔ مغربی پاکستان میں اس وقت اس کی ۷۰۰ کے قریب شاخیں ہیں۔ تمام احمدی نوجوان جن کی عمر پندرہ سے چالیس سال تک ہے اس کے رُکن ہیں اور سات سے پندرہ سال تک کی عمر کے بچے بھی اس تنظیم کے ذیلی شعبہ اطفال الاحمدیہ کے ممبر ہیں۔ سفیر موصوف کو بتایا گیا کہ ہر مقامی شاخ انتخاب کے ذریعہ اپنا قائد چُنتی ہے، جو اپنی مجلس عاملہ ترتیب دیتا ہے۔ اسی طرح مرکز میں دو سال کے لئے صدر کا انتخاب ہوتا ہے جو اپنی مجلس عاملہ ترتیب دیتا ہے۔

مجلس کے اغراض و مقاصد کا ذکر کرتے ہوئے صدرِ مجلس نے معزز مہمان کو بتایا کہ دینی تعلیم، خواندگی کی شرح بڑھانے، محنت اور ہاتھ سے کام کرنے کی عادت کے قیام، کھیلوں کے فروغ اور ٹورنامنٹس کے انعقاد کی طرف خاص طور پر توجہ دی جاتی ہے۔ صدر محترم نے مزید بتایا کہ مجلس ہر سال دو ہفتے کا ایک تربیتی کیمپ منعقد کرتی ہے جس میں پانچ سو کے قریب اراکین شامل ہوتے ہیں۔ اسی طرح ہر سال ایک تین روزہ سالانہ اجتماع بھی منعقد ہوتا ہے۔ معزز مہمان کے استفسار پر کہ کیا اس اجتماع میں سب اراکین شامل ہوتے ہیں؟ صدر مجلس نے بتایا کہ پانچ ہزار کے قریب نمائندگان (خدام و اطفال) اس میں شامل ہوتے ہیں۔ جس سے وہ بہت متاثر ہوئے۔

آخر میں معزز سفیر نے دریافت فرمایا کہ تنظیم کے لئے اخراجات کا انتظام کس طرح ہوتا ہے؟ جس پر صدرِ مجلس نے ان کو بتایا کہ ہمارا ہر رکن اپنی آمد کا ایک فیصد ماہوار چندہ کے طور پر تنظیم کو دیتا ہے۔ جس میں سے تیس فیصد مقامی طور پر خرچ ہوتا ہے اور ستر فیصد مرکز میں آتا ہے۔

صدرِ محترم اور ہز ایکسی لینسی سفیر چین کے مابین گفتگو ترجمان کے ذریعہ ہوتی رہی۔ پہلے صدرِ مجلس ایک فقرہ انگریزی میں مکمل کرتے۔ چینی ترجمان مسٹر چین سونگ لو اس فقرہ کا چینی زبان میں ترجمہ کرتے اور سفیر موصوف کی بات چینی زبان میں سُن کر صدرِ مجلس کے لئے انگریزی میں ترجمہ کر دیتے۔ گفتگو کا یہ سلسلہ قریباً دس منٹ تک جاری رہا۔

اس مختصر نشست کے اختتام پر معزز مہمان صدرِ محترم کے ہمراہ برآمدہ میں سے گزرتے ہوئے گیلری میں پہنچے۔ وہاں سب مہتممین سے الوداعی مصافحہ ہوا۔ سب چہروں پر مسکراہٹیں کھیل رہی تھیں۔ سفیر موصوف مسکراہٹوں کا جواب

مسکراہٹوں سے دے رہے تھے۔

آخر میں صدرِ مجلس نے مصافحہ کیا اور اس کے بعد عزت مآب سفیر چین کار میں بیٹھ گئے۔ کار چلنے لگی تو سب ہاتھ فضا میں اُٹھ گئے۔ سفیر موصوف نے کار میں سے ہاتھ ہلا ہلا کر الوداعی جواب دیا۔ اور یوں یہ مختصر یادگار تقریب انجام پذیر ہوئی۔

حدیث نبویؐ

اِذَا جَاءَ کُمْ کَرِیْمُ قَوْمٍ فَاَکْرِمُوْہُ۔

جب تمہارے پاس کسی قوم کی کوئی معزز شخصیت آئے تو اس کا پورا احترام کرو۔

انقلاب!

"میرے لئے چُنگ کنگ (دریائے ینگ سی کے کنارے چین کا ایک شہر) کے عرصۂ قیام میں سب سے زیادہ جو چیز موجبِ اذیت تھی وہ وہاں کا تعفّن اور بدبو تھی۔ جن کا تفصیلی بیان کرنا بھی موجب اذیت ہوگا۔ بائیس سال بعد مجھے کینٹن میں ۲۷ گھنٹے گزارنے کا اتفاق ہوا اور مَیں نے اسے نہایت صاف ستھرا شہر پایا۔ یہاں تک کہ وہاں مکھیوں کا بھی نام و نشان نہ تھا۔ مَیں نے خیال کیا کہ شاید اس قدر صفائی کینٹن کی خصوصیت ہو۔ لیکن مجھے معلوم ہوا کہ موجودہ چین کے شہروں کے مقابلہ میں صفائی کے لحاظ سے کینٹن کو کوئی امتیاز حاصل نہیں بلکہ اس کا شمار چین کے نسبتاً کثیف شہروں میں ہوتا ہے ——— ستّر پچھتر کروڑ انسانوں کی ایسی کثیف آبادی میں جس کا نمونہ مَیں نے چنگ کنگ میں دیکھا تھا ——— ایک ایسا انقلاب جس کا تجربہ مجھے کینٹن میں ہوا میرے لئے حیران کُن تھا ——— اور صرف صفائی میں ہی نہیں بلکہ زندگی کے ہر شعبے میں۔ کم سے کم جہاں تک مادی اور اخلاقی اقدار کا تعلق ہے چین نے بڑی تیزی سے حیرت انگیز ترقی کی ہے۔"

(چوہدری سر محمد ظفر اللہ خان)

حضرت مرزا برکت علی صاحب
ربوہ

(۱) قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ۔

(۲) وَلَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ ط

ہر مومن کے دل میں یہ تڑپ ہوتی ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کا پیارا اور محبوب بن جاؤں۔ اس تڑپ کے پیش نظر جناب الٰہی نے ارشاد فرمایا ہے کہ اگر تم میرے محبوب بننا چاہتے ہو تو میرا رسولؐ تمہارے لئے ایک بہترین نمونہ ہے، اس کے ہر قول و فعل کی پیروی کرو تو تم میرے محبوب بن جاؤ گے! اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اس زمانہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بہترین نمونہ بنا کر ہم پر بے انتہا مہربانی فرمائی ہے۔

اس ضمن میں مَیں چند باتیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق آپ احباب کے سامنے عرض کرتا ہوں:۔

(۱)

حضرت میر ناصر نواب صاحبؓ جو حضرت اُمّ المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے والدِ بزرگوار تھے وہ پہلے وہابی تھے اور شریعت کی بڑی سختی سے پابندی کرنے اور کرانے والے تھے۔ آپ کی طبیعت بھی بہت تیز تھی۔ ایک مرتبہ کسی نوجوان کو دیکھا کہ اس کی داڑھی مونڈھی ہوئی ہے۔ اس کو کافی سمجھایا لیکن اس پر کوئی اثر نہ ہوا۔ اس پر میر صاحب مرحوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سخت غصے میں آگئے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پاس آکر سخت غصے سے شکایت کی۔ اللہ تعالیٰ کے انبیاء علیہم السلام بڑے رحیم و کریم اور اعلیٰ درجہ کے روحانی طبیب ہوتے ہیں۔ حضورؑ نے دیکھا کہ میر صاحب مرحوم کی داڑھی لمبی تو ہے لیکن سر کے بال لمبے نہیں۔ اس پر حضورؑ نے میر صاحبؓ سے فرمایا کہ "آپ کے بال بھی تو لمبے نہیں۔ اس پر میر صاحبؓ کو اپنی غلطی کا احساس ہوا اور غصہ ٹھنڈا ہو گیا۔ پھر آپؑ نے فرمایا کہ میر صاحب! آپ کو داڑھیوں کی فکر ہے مجھے ان کے ایمانوں کی فکر ہے۔ جب ان کا ایمان پختہ ہو گا تو مرتے دم تک میری نقل کریں گے۔"

یہ ایک حقیقت ہے کہ جب مومن کے دل میں اپنے رسول علیہ السلام کی محبت اور ایمان راسخ ہو جاتا

ہے تو ہر امر میں رسول کی پیروی اس کی غذا ہو جاتی ہے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ میں سے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا ایک واقعہ ہے کہ ایک صاحب اس طرح بیان کرتے ہیں کہ میں ان کا ہم سفر تھا وہ راستے میں چلتے چلتے ایک جگہ سواری سے اُترے اور ایک طرف ہو کر بیٹھ گئے گویا کہ وہ پیشاب کرنے بیٹھے ہیں لیکن وہ صاحب کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے پیشاب نہیں کیا تھا۔ اس پر انہوں نے پوچھا کہ آپ تو پیشاب کرنے گئے تھے مگر کیا نہیں۔ اس پر حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے فرمایا کہ میں ایک دفعہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہم سفر تھا اور حضورؐ نے اس جگہ پیشاب کیا تھا تو میں آپؐ کی اس سُنّت کی پیروی میں اس جگہ بیٹھا تھا۔ اسی طرح حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا یہ بھی طریق تھا کہ اگر کوئی اُن سے مسئلہ پوچھتا تو آپ مسئلہ بتانے کی بجائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی قول یا فعل ذکر فرما دیتے تھے۔

(۲)

حضور اقدس مسیح موعود علیہ السلام کا معمول تھا کہ وہ تھوڑا سا دن نکلے سیر کو تشریف لیجایا کرتے تھے۔ آپؑ کے ہاں وہاں کے مقامی احباب اور مہمان آیا کرتے تھے وہ بھی آپؑ کے ہمراہ سیر کو جاتے تھے۔ راستے میں مختلف موضوعات پر گفتگو ہوا کرتی تھی یا بعض احباب مختلف امور کے لئے دعا کے لئے عرض کیا کرتے تھے۔ میں نے دیکھا تھا کہ حضورؑ مشرق کی جانب موضع "بسراواں" کے رستے پھر کبھی شمال مشرق کی طرف موضع "کھارہ" کی سڑک پر اور کبھی شمال کی طرف موضع بُٹر کے رستے پر تشریف لے جایا کرتے تھے۔ یہ آمدورفت کا فاصلہ قریباً ایک میل ہوتا تھا۔ ایک مرتبہ حضورؑ مغرب کی طرف موضع "ننگل" سے ہوتے ہوئے اُس سڑک پر جو بٹالہ سے ہرچووال کو جاتی ہے موضع کاہلواں کے پاس پہنچ کر بٹالہ کی طرف اس موڑ تک جو قادیان کے رستے پر ملتا ہے، ہوتے ہوئے قادیان واپس تشریف لائے۔

اس سیر میں کم و بیش تین گھنٹے صرف ہوئے ہوں گے اور یہ فاصلہ کم سے کم تین میل ہوگا۔ اس آخر الذکر سیر میں عورتوں کے اوصاف حمیدہ کا بھی ذکر تھا۔ صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحبؓ کی شادی کی سلسلہ جنبانی ہو چکی تھی۔ اس ضمن میں حضورؑ نے عورتوں کے اوصاف میں یہ پنجابی ضرب المثل بیان فرمائی کہ "رَن جٹّی تے ہور سب چٹّی"۔ اس میں ہمارے لئے تربیتِ اولاد کے لئے ایک اہم سبق ہے کہ ہم اپنے بچوں کو جٹی عورت کی صفات والا بنائیں۔ یعنی جس طرح جٹی عورت بڑی مستعد، جفاکش، محنتی، عملی کام کرنے میں بہت چُست اور خوشی محسوس کرتی ہے ہماری بچیاں بھی ایسی ہی ہونی چاہئیں۔

(۳)

ایک مرتبہ حضورؑ قادیان سے باہر سیر کے لئے

"ریتی چھلہ" پہنچے۔ وہاں محترم شیخ نیاز احمد صاحب مرحوم جو اُس وقت سب انسپکٹر پولیس تھے۔ انہوں نے عرض کیا کہ حضور! ہم لوگ اپنا روپیہ ڈاکخانے میں جمع کرواتے ہیں۔ ڈاکخانے والے اس پر سُود دیتے ہیں۔ اس پر حضورؑ نے فرمایا کہ ان سے کہدو کہ "ہم سُود نہیں لیں گے"۔ اس پر شیخ صاحب یا کسی اَور نے عرض کی کہ حضور! وہ سُود ضرور دیتے ہیں۔ اگر روپیہ جمع کروانے والا نہ لے تو وہ Salvation Army کو دیدیتے ہیں۔

اس پر حضور علیہ السلام نے فرمایا اس کا تو یہ مطلب ہے کہ وہ اس روپیہ کو اسلام کے خلاف استعمال کریں۔ ایسا نہیں ہونا چاہیئے۔ لہٰذا سُود کی رقم لے کر اشاعت اسلام (اسلام یا دین) کے لئے دے دینی چاہیئے۔ فرمایا:۔

"حرام اور حلال تو انسان کیلئے ہے خدا کے لئے نہیں۔ وہ تو سب چیزوں کا مالک ہے لہٰذا اس کے دین پر خرچ کرنے کے لئے کوئی حرج نہیں"

حضرت میاں محمود احمد صاحب (خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ) خاکسار کے قریباً ہم عمر تھے۔ ہم اکٹھے کھیلتے رہتے تھے۔ دوستانہ تعلق تھا۔ دوسرے تیسرے دن حضرت میاں صاحب نے میرے سامنے ذکر کیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام جب گھر میں تشریف لے گئے تو فرمانے لگے کہ آج مَیں سُود کی اجازت تو دے آیا ہوں لیکن یہ خدشہ ہے کہ کہیں بعض لوگ یہ نہ کہنے لگیں کہ

پیارے مسیح محمدیؑ کے پیارے ارشادات

(سیدنا حضرت اقدس مسیح محمدیؑ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے چند پیارے ارشادات جو سفر نامہ مؤلفہ حضرت پیر سراج الحق صاحب نعمانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نوٹ کرکے بغرض استفادہ احباب پیش کئے جاتے ہیں۔ یہ عوضداشتیں متفرق احباب کی طرف سے ہیں۔) ~~~~~ سردار عبدالحق شاکر واقف زندگی ربوہ

(۱)

عرض کیا:- حضور! اب ہم ہر جگہ اعلان کریں کہ جو عیسیٰ علیہ السلام آنے والے تھے آگئے۔ اور علیہ السلام بھی ساتھ میں لکھیں۔ (نعمانی)

فرمایا:- بے شک یہی کہو اور علیہ السلام بلکہ صلوٰۃ بھی کہو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے نام کے ساتھ صلوٰۃ کا لفظ فرمایا ہے۔

(۲)

جب حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نماز پڑھتے خواہ مسجد میں یا مکان میں یا جنگل میں اذان ضرور کہلواتے۔

عرض کیا:- (قیام لدھیانہ میں) حضرت! مسجد میں اذان ہوتی ہے اور اس کی برابر آواز یہاں اس مکان میں پہنچتی ہے۔ وہی اذان کافی ہے۔

فرمایا:- نہیں اذان ضرور دو۔ جہاں نماز ہو وہاں اذان ضروری

ہے

(۳)

عرض کیا:- اذان کے وقت کانوں میں انگلیاں کیوں دیتے ہیں؟

فرمایا:- اس میں حکمت یہ ہے کہ کان میں انگلی دینے سے آواز کو قوت حاصل ہو جاتی ہے۔ پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اذان بغیر کانوں میں انگلی دیئے دیا کرتے تھے۔ ایک روز حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی آواز میں آپؐ نے ضعف پایا تو فرمایا۔ بلال! کانوں میں انگلی دے کے اذان کہو۔ سو بلالؓ نے ایسا کیا تو آواز میں قوت پیدا ہوگئی اور ضعف جاتا رہا۔ پھر یہ فعل حسب فرمودہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سنت ٹھہر گیا۔

(۴)

عرض کیا:- حضور! میں نماز پڑھتا ہوں لیکن بعض اوقات طبیعت میں میلان اور رغبت الی اللہ نہیں ہوتی تو پھر نماز بلکہ ترک بھی کر دیتا ہوں۔

فرمایا:- دیکھو! نماز کی دو حیثیتیں ہیں۔

ایک غذا کی اور دوسری دوا کی۔ جب انسان کو روحانی تندرستی اور کامل رغبت الی اللہ ہو تو نماز غذا کی حیثیت رکھتی ہے لیکن جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے انسان کی رغبت کم ہو جائے اور روحانی طور پر بیمار ہو جائے تو نماز دوا کی حیثیت رکھتی ہے اور انسان کی روحانی بیماریاں اس دوا کے استعمال سے جاتی رہتی ہیں اور وہی دوا پھر تندرست روح کے لئے غذا بن جاتی ہے۔

(۵)

عرض کیا :۔ وتر کی کتنی رکعت ہیں اور کس کس طرح پڑھنا چاہیئے؟

فرمایا :۔ وتر تو ایک ہی رکعت ہے۔ وتر ایک کو کہتے ہیں لیکن ایک رکعت جائز نہیں ہے۔ اس لئے دو رکعت نفل اس کے ساتھ لگا دی گئی ہیں اور دو طریق سے پڑھنے چاہئیں۔ ایک طریق کہ جس طرح حنفی پڑھتے ہیں اور دوسرا طریق یہ ہے کہ دو رکعت پڑھ کے سلام پھیر دے اور ایک رکعت چپکے سے اُٹھ کر پڑھ لے۔

(۶)

عرض کیا :۔ قنوت پڑھنی چاہیئے؟

فرمایا :۔ ضرور پڑھنی چاہیئے۔

(۷)

عرض کیا :۔ بعض مولوی اس دعاء قنوت کو کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں۔

فرمایا :۔ وہ غلطی کرتے ہیں۔ یہ دعاء قنوت

اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْتَعِيْنُكَ وَنَسْتَغْفِرُكَ وَنُؤْمِنُ بِكَ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْكَ وَنُثْنِيْ عَلَيْكَ الْخَيْرَ وَنَشْكُرُكَ وَلَا نَكْفُرُكَ وَنَخْلَعُ وَنَتْرُكُ مَنْ يَّفْجُرُكَ اَللّٰهُمَّ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَلَكَ نُصَلِّيْ وَنَسْجُدُ وَاِلَيْكَ نَسْعٰى وَنَحْفِدُ وَنَرْجُوْ رَحْمَتَكَ وَنَخْشٰى عَذَابَكَ اِنَّ عَذَابَكَ بِالْكُفَّارِ مُلْحِقٌ۔ بڑی عجیب اور توحید کی بھری ہوئی دعا ہے۔ ایسے الفاظ توحید کے سوائے اس سید المرسلین، سید الموحدین صلی اللہ علیہ وسلم کے دوسرے سے ادا نہیں ہو سکتے ہیں اور یہ خاص الٰہی تعلیم ہے۔ ان پاک الفاظ کے بھی قربان اور اُس مُنہ کے بھی قربان جس مُنہ سے یہ الفاظ نکلے۔ اللّٰھمّ صلّ علٰی محمّدٍ و اٰل محمّدٍ۔ (باقی)

"تحدیثِ نعمت" کا ایک ورق

وینس

وینس کا شہر ایک عجوبۂ روزگار ہے۔ اٹلی کے شمالی مشرق میں بحیرہ ایڈریاٹک کے شمال مغربی کونے میں واقع ہے۔ سمندر اور اس شہر کے درمیان جزیروں کی ایک قطار حائل ہے اور سمندر کی لہروں کو روک دیتی ہے لیکن بڑے بڑے جہاز ان جزیروں کے گرد ہو کر اس وسیع سمندری جھیل میں داخل ہو جاتے ہیں جس میں یہ شہر واقع ہے۔ اس سمندری جھیل لیگون کی گہرائی کافی ہے۔ جہازوں کے نکلنے اور داخل ہونے کے لئے راستے بنے ہوئے ہیں۔ یہ راستے اُن نشانوں سے جو پانی ہی میں لہرا رہے ہیں پہچانے جاتے ہیں۔ شہر وینس اسی جھیل میں بنا ہوا ہے خشکی سے شہر کا فاصلہ میل ڈیڑھ میل ہو گا۔ ریل اور سڑک دونوں ایک محراب دار بند کے اُوپر سے گزر کر وینس کے عقب تک پہنچ جاتے ہیں۔ "پیازا روما" میں ایک کھلی اور مسقف سات منزلہ کار پارک ہے۔ موٹریں اس سے آگے نہیں جا سکتیں البتہ کار فیری پر سوار کر کے اور وینس کے گرد ہو کر "لیڈو" جزیرے پر لے جائی جا سکتی ہیں۔ یہ جزیرہ تین چار میل لمبا اور اوسطاً میل بھر یا اس سے کچھ کم چوڑا ہے اور خوب آباد ہے۔ یہاں ہوٹل بڑی کثرت سے ہیں۔ پرائیویٹ مکان کم ہیں۔ سڑکیں بھی ہیں جن پر موٹریں، گھوڑا گاڑیاں، بائیسکل اور ٹرام چلتے ہیں۔ اس جزیرے کے کھلے سمندر والے حصے کی طرف نہانے کے مقامات بھی ہیں۔ لیگون والی طرف پانی میں حرکت نہیں۔ سمندر والی طرف لہریں ساحل کے ساتھ آ کر زور سے ٹکراتی ہیں۔

وینس محلات کا شہر کہلاتا ہے اور عروس البحر کے نام سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔ یہ ایک بڑی بندرگاہ بھی ہے۔ اس کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ اس کی تمام عمارتیں پانی میں بنی ہوئی ہیں۔ جہاں عمارت، گلی یا چوک نہیں وہاں پانی ہی پانی ہے۔ اس طرح شہر کے بیچوں بیچ سینکڑوں نہریں گلی کوچوں کا کام دیتی ہیں۔ ان میں سے سب سے فراخ جو شہر کے وسط سے گزرتی ہے گرینڈ کینال کہلاتی ہے۔ اس کے علاوہ بڑی چھوٹی سینکڑوں نہریں شہر کے ہر حصے سے گزرتی ہیں۔ محلوں اور مکانوں کے درمیان یا ساتھ ساتھ فرشی گلی کوچے بھی ہیں اور چوک اور بازار بھی ہیں۔ سب سے بڑا چوک سینٹ مارک کا چوک ہے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ دنیا کا سب سے خوبصورت چوک ہے۔ اس کے تین طرف وینس کی بہترین دکانیں ہیں۔ وینس شیشے، چمڑے اور ریشم کی دستکاری اور صنعت کے لئے مشہور ہے اور اس صنعت کا نہایت نفیس سامان یہاں

تیار ہوتا ہے۔ سینٹ مارک کا چوک وینس کی سب سے بارونق سیرگاہ بھی ہے۔ وینس میں چونکہ موٹر، گھوڑا گاڑی، بائیسکل، گھوڑا، خچر، گدھا وغیرہ کچھ نہیں ہوتا اس کے بازاروں کی سیر اور چوکوں کے میلوں میں یہ چیزیں مخل نہیں ہوتیں۔ لوگ اطمینان سے چلتے پھرتے ہیں اور وینس کی زیب و زینت سے محظوظ ہوتے ہیں۔

سینٹ مارک کے گرجے کے پہلو میں "ڈوجی" کا محل ہے۔ قرونِ وسطیٰ میں ڈوجی یہاں کا حاکمِ اعلیٰ ہوا کرتا تھا اور وینس کی ری پبلک یورپ کی طاقتوں میں سے شمار ہوتی تھی۔ خشکی کا بہت سا علاقہ اس کے زیرِ نگیں تھا۔ مشرقی ممالک کے ساتھ تجارت کا بہت بڑا حصہ وینس کی معرفت سرانجام پاتا تھا۔ ڈوجی اپنے انتخاب کے بعد کشتیوں کے پُر شوکت جلوس کے ساتھ سمندر کی جانب نکلتا اور اپنی انگوٹھی سمندر میں پھینک کر سمندر کو وینس کی زوجیت میں لانے کی رسم ادا کرتا۔ ڈوجی کے محل کا بڑا دروازہ سینٹ مارک کے چوک میں کھلتا ہے لیکن اس کی دوسری منزل کے ایوانوں کے دروازے گرینڈ کینال کی طرف کھلتے ہیں۔ گرینڈ کینال کا یہ حصہ بہت فراخ اور پُر رونق ہے۔ یہ منظر وینس کا سب سے دلچسپ منظر ہے۔

شام کے وقت سینٹ مارک کے چوک میں اور اس کے قریب کے گرینڈ کینال کے کنارے پر بہت چہل پہل ہوتی ہے۔ وینس کے لوگ زائرین کا تماشا کرتے ہیں اور زائرین وینس کے ساکن اور متحرک مناظر اور حُسن سے بہرہ اندوز ہوتے ہیں۔

وینس کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ شہر کے ہر حصے سے ہر دوسرے حصے تک پیدل بھی جا سکتے ہیں۔ اس کی سینکڑوں چھوٹی بڑی نہروں پر ہزاروں پُل بنے ہوئے ہیں اور گلی کوچوں میں تمام وقت پا پیادہ ساکنین اور زائرین کا ہجوم رہتا ہے۔ گرینڈ کینال کے دونوں طرف محلات، گرجوں اور بڑے بڑے ہوٹلوں کا سلسلہ چلا جاتا ہے۔ ان میں سے اکثر رنگا رنگ سنگِ مرمر کے بنے ہوئے ہیں۔ کینال کے تخمیناً وسط میں "ریالٹو" پُل ہے۔ اس پُل پر دو رویہ دکانیں ہیں جن کی کُل تعداد چوبیس ہے۔ چونکہ پُل کے نیچے سے دخانی جہازوں اور دیگر آبی وسائلِ آمد و رفت نے گزرنا ہوتا ہے اس لئے اِس پُل کی (اور وینس کے تمام پُلوں کی) ساخت محراب دار ہوتی ہے۔ گزرنے والے ایک طرف سے سیڑھیاں چڑھتے ہیں اور دوسری طرف اُتر جاتے ہیں۔

سینٹ مارک کے علاوہ وینس میں کئی اور گرجے دیکھنے کے قابل ہیں۔ پھر اکیڈمی ہے۔ سینٹ مارک کا چوک ہے۔ شیشے کی صنعت کے کارخانے ہیں۔ ڈوجی کا محل ہے۔ دراصل وینس سارے کا سارا ایک عجائب گھر ہے جہاں ہر چیز نرالی اور ہر چیز دیکھنے کے لائق ہے۔

وینس چونکہ لیگون میں بنا ہوا ہے اس لئے

سمندر کی لہروں کی یورش سے محفوظ ہے۔ سمندر کے جوار بھاٹے جزیروں تک پہنچ کر رُک جاتے ہیں لیکن کا پانی ساکن ہے اس لئے وینس کی تنگ نہروں میں سے گزرنا فرحت بخش ثابت نہیں ہوتا۔ بڑی نہروں میں تو جہازوں اور کشتیوں کی آمد و رفت سے کچھ نہ کچھ حرکت ہوتی رہتی ہے لیکن چھوٹی نہروں میں جو کچھ اردگرد کے مکانوں سے پھینکا جائے پانی کی سطح پر پڑا رہتا ہے۔ جب تک محکمہ صفائی کی کشتی دورے پر آئے اور اُٹھا کر لے نہ جائے۔

وینس کی سیر کے لئے اپریل مئی کے مہینے یا ستمبر اکتوبر کے مہینے موزوں ہیں۔ سردیوں میں دُھند اور گرمیوں میں حبس کی شکایت ہو جاتی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ وینس کے محلات اور بڑی بڑی عمارتیں آہستہ آہستہ پانی میں دھنس رہی ہیں۔ اندازہ ہے کہ سو سال میں ایک ڈیڑھ انچ کا فرق پڑتا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

وینس سے ہم میلان گئے۔ یہ شمالی اٹلی کا سب سے بڑا شہر ہے اور تجارتی لحاظ سے اٹلی کے تمام شہروں میں اول نمبر پر ہے ——— میلان کی سب سے مشہور عمارت وہاں کا گرجا ہے جو سنگِ سُرخ کی نہایت شاندار عمارت ہے۔

اب تو گرجے کی چھت تک جانے کے لئے بجلی کا لفٹ لگا دیا گیا ہے لیکن ۱۹۱۳ء میں جب میں پہلی بار گیا تو اُوپر جانے کا راستہ سیڑھیوں کے ذریعے ہی تھا۔ پھر چھت سے اُوپر بھی کچھ بلندی تک سیڑھیاں جاتی تھیں۔ میں جہاں تک سیڑھیاں جاتی تھیں چڑھتا گیا۔ میرا اندازہ ہے کہ ۴۰۲ سیڑھیاں تھیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔

اس گرجے کے پہلو میں ایک بہت بلند خوش نما آرکیڈ ہے جس کے وسطی حصے میں ایک عمدہ مطعم اور کیفے ہے اور دونوں طرف بہت سجی ہوئی دکانیں ہیں۔ میلان کے سینٹ میریا کے گرجے کی ایک دیوار پر مشہور مصوّر "لیونارڈو ڈا وینچی" کا شہرۂ آفاق شاہکار عشائے ربانی نقش کیا ہوا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ لیونارڈو نے کئی سالوں میں اسے مکمل کیا۔ جب جوش آتا کئی کئی گھنٹے اس پر برابر محنت کرتے چلے جاتے۔ جب یہ حالت نہ رہتی ہفتوں بلکہ مہینوں توجہ نہ کرتے۔ جب تصویر مکمل ہو گئی تو معلوم ہوا کہ دیوار کے مسالے میں نقص کی وجہ سے زیادہ عرصہ قائم نہ رہ سکے گی۔ لیکن تھوڑی بہت کوشش کے ساتھ اب تک قائم چلی جا رہی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ جب یہ تصویر نقش کی گئی ان دنوں یہ گرجا ایک کانونٹ کا حصہ تھا اور یہ کمرہ کھانے کا دالان تھا۔ بعد میں ایک دفعہ میں میلان کا قبرستان بھی دیکھنے گیا۔ میلان کے قبرستان ہی میں میں نے ایک نئی چیز دیکھی وہ ایک بالکل جدید طرز کا کریماٹوریم (مُردوں کے جلانے کی جگہ) تھا۔ جہاں مرنے والے یا اسکے ورثاء کی خواہش کے مطابق جلانے کیلئے آگ، بجلی یا گیس تینوں میسر ہیں۔ مجھے تعجب ہوا کہ موت میں بھی اس قدر تکلف اور تنوع +

مکرم قریشی غلام حیدر صاحب ارشد
خان پور ضلع رحیم یار خان -

حسنؔ رُہتاسی

موجودہ دور میں ادبی دنیا کا سب سے بڑا سانحہ یہ ہے کہ بڑے بڑے فنکار ناقدریٔ عالم کا شکار ہو گئے ہیں۔ اوّل تو کسی کو اُبھرنے کا موقعہ ہی نہیں دیا جاتا۔ اور اگر کوئی سامنے آ بھی جائے تو جلد ہی اُسے پس پردہ کر دیا جاتا ہے لیکن بعض فنکار ایسے بھی ہوتے ہیں جو حالات کے مقابلے پر ڈٹ جاتے ہیں۔ مگر افسوس کہ حضرت حسنؔ اللہ کو پیارے ہو گئے اور اس کے بعد اس عظیم فنکار کو قطعی طور پر فراموش کر دیا گیا اور آج یہ حالت ہے کہ ادبی حلقوں میں حضرت حسنؔ کا نام قطعی طور پر اجنبی سا ہے - ایک عظیم شاعر کو اس بے دردی کے ساتھ نظر انداز کر دینا خود اُردو ادب پر ظلم ہے۔

حضرت حسن رضؔ کہیں ہمیں اقبالؔ کے رُوپ میں نظر آتے ہیں، کہیں اکبر الٰہ آبادی کی طرح طنز کے نشتر چبھوتے ہیں اور کہیں وہ اپنے ہی مخصوص انداز میں ہمارے سامنے آتے ہیں لیکن ہر جگہ ان کے کلام میں "اصلاحِ معاشرہ" کا جذبہ کارفرما نظر آتا ہے۔ اس قطعے کو ذرا غور سے پڑھیئے۔ کلام کی پختگی بھی دیکھئے اور اظہارِ مطالب بھی ملاحظہ ہو :-

۵

مانوس ہیں گناہوں سے تقویٰ سے دُور ہیں
اس پر حریص جنّت و غلمان و حُور ہیں
یوں بخش دے تو بات جُدا ہے وگرنہ ہم
مستوجب سزا ہیں کہ اہلِ قصور ہیں

یہ ایک فی البدیہہ قطعہ ہے جو سر عبد القادر مرحوم کی فرمائش پر قصور (ضلع لاہور) کی ایک ادبی مجلس میں پڑھا گیا تھا۔

آپ کی "اب بھی ہے" والی نظم مذہبی خیالات کے ساتھ ساتھ ادبی لحاظ سے بھی ایک شہ پارے سے کم نہیں ہے۔ اشعار کی نغمگی، صوتی آہنگ، تڑپا دینے والا انداز اور کلام کا بے ساختہ پن جہاں شاعر کی عظمت کی دلیل ہے وہاں زمانے کی ناقدری کا مُنہ بولتا ثبوت بھی ہے۔ چند شعر ملاحظہ ہوں :-

۵

ہو گئے نا پید یوسف اور دلِ عشاق گُم
چاہِ کنعاں ورنہ اور بیاہ زنخداں اب بھی ہے
پہلوئے عشّاق میں پُر درد دل باقی نہیں
ورنہ ہمدردی کو حاضر تیرِ مژگاں اب بھی ہے
کیشِ جاناں اب بھی ہے عاشق پے جور ناروا
کعبۂ مقصود عاشق کوئے جاناں اب بھی ہے

نورِ ایمان برا ہیمؑ تماشائی ہو اگر
نار کے اندر تماشائے گلستاں اب بھی ہے

اب بھی ہیں اربابِ دانش زینتِ بزمِ سخن
اور اس محفل کے اندر مجھ سا نادان اب بھی ہے

اقبال نے قرآن مجید کی ایک آیت کو شعر کے قالب میں یوں ڈھالا تھا ؎

خدا نے آج تک اُس قوم کی حالت نہیں بدلی
نہ ہو جس کو خیال آپ اپنی حالت کے بدلنے کا

آپ نے اِس مفہوم کو یوں بیان کیا ہے :-

ہے یہ اک قانونِ مستحکم خدا لاتا نہیں!
قوم جب تک خود نہ لائے انقلابِ زندگی

اِسی نظم میں آپ نے مجلسِ احرار کی سیاہ کاریوں کی نقاب کشائی بھی کی تھی۔ اس سے قطع نظر ادبی نوعیت کا یہ شعر ملاحظہ کیجیے ؎

مَے وہی، مجلس وہی، ساغر وہی، ساقی وہی
ہو گئی بے کیف پھر کیوں کر شرابِ زندگی

حضرت حسن کے کلام کا بیشتر حصہ طنزیہ ہے اور اس میدان میں آپ کا انداز بڑی حد تک اکبر الٰہ آبادی سے ملتا جلتا ہے لیکن آپ کے اور اکبر کے کلام میں ایک فرق نمایاں ہے۔ اکبر کا نشتر چُبھتے ہی ہم چلا اُٹھتے ہیں مگر حضرت حسن کے کلام میں یہ خصوصیت ہے کہ طنز کا تیر پار بھی ہو جاتا ہے اور ہم دم سادھے بیٹھے رہتے ہیں۔ شاید یہ اعترافِ حقیقت ہے۔ آپ کی نظم "نعرے" طنز و مزاح کا ایک عظیم شاہکار ہے۔ نظم کا آغاز یوں کرتے ہیں ؎

سُنے ہیں ہم نے زندہ باد و مُردہ باد کے نعرے
بہت گونجے ہیں کانوں میں سخن کی داد کے نعرے

اس کے بعد آپ فرعون اور نمرود کا ذکر کرتے ہیں اور ان کے ظلم و تشدد کو بھی نعروں سے تشبیہہ دیتے ہیں۔ کچھ عاد و ثمود کی کارستانیوں کا ذکر کرتے ہیں۔ پھر ان سب جابروں کے بارے میں فرماتے ہیں ؎

مٹے یہ خود بھی، نعرے بھی مٹے انکے مگر کچھ کچھ
زبانوں پر ہیں ان نعرہ زنوں کی یاد کے نعرے

اس کے بعد آپ نعروں کی مزید اقسام کا ذکر کرتے ہیں۔ چند قسم کے نعرے آپ بھی سُنیئے ؎

تعجب کیا اگر عرشِ الٰہی کو ہلا ڈالیں
ستم دیدہ کسی مظلوم کی فریاد کے نعرے

کسی کو کیا خبر کس شان و شوکت سے نکلتے ہیں
کسی آفت رسیدہ، خانماں برباد کے نعرے

یہ نعرے زندگی تک ہیں سنو گے دم نکلنے پر
عزیزوں، دوستوں، ہمسایوں اور اولاد کے نعرے

آپ کی نظم "رضائی" جہاں موجودہ دَور کی مہمان نوازی پر گہرا طنز ہے وہاں مزاحیہ انداز میں اپنی مثال آپ کا درجہ رکھتی ہے۔ پہلا شعر ملاحظہ کیجیے ؎

تھی جو لمبائی کی دشمن - وہ رضائی لے لی
اور چوڑائی سے گو خالی ہی پائی۔ لے لی

رضائی کی ہیئتِ کذائی کو اس انداز میں بیان کرنا آپ ہی کا خاصہ ہے۔ آگے چل کر آپ یوں ظرافت کے پھول بکھیرتے ہیں ؎

کبھی اُس نے ہمیں اوڑھا کبھی ہم نے اُس کو
وہ ہماری تھی تو ہم اس کے فدائی۔ لے لی
وقت تکلیف پڑھا کرتے تھے اِنَّا لِلّٰہ
ہم نے الحمد پڑھی، سر پہ جو آئی۔ لے لی
عہدِ پیری میں یہ شوخی۔ یہ شرارت۔ توبہ!
یہ رضائی نہ ہوئی۔ سر پہ خدائی۔ لے لی

خود ہی اندازہ لگائیے کہ جب میزبان نے یہ نظم پڑھی ہو گی تو اُس کا کیا حشر ہوا ہو گا۔

حضرت حسنؓ کے کلام میں الفاظ کی خوبصورت تکرار بھی پائی جاتی ہے۔ حضرت میاں شریف احمد صاحبؓ پر ایک بدبخت دشمن نے لاٹھی سے حملہ کیا تھا۔ اس خبر کو سن کر آپ نے ایک قطعہ کہا۔ ایک شعر آپ بھی ملاحظہ کیجئے۔ لفظ "لاٹھی" کی تکرار کی خوبصورتی دیکھئے ؎

او لاٹھی والے مت اِترا، ہاں ڈر جا اسکی لاٹھی سے
وہ لاٹھی ایسی لاٹھی ہے جس لاٹھی میں آواز نہیں

خدا کے قُرب و بُعد کے بارے میں بعض شعراء نے لکھا ہے جیسے میر ببر علی انیس۔ حضرت حسن اس موضوع پر یوں لکھتے ہیں ؎

گو نگاہِ سرسری قاصر ہے اس کی دید سے
"نحنُ اقرب" کی صدا سُنتی رگِ جاں اب بھی ہے

حضرت حسن کو فی البدیہہ شعر کہنے میں ملکہ حاصل تھا۔ اس مضمون میں سب سے پہلے جو قطعہ لکھا گیا ہے وہ فی البدیہہ کہا گیا تھا۔ اسی طرح کسی نے آپ سے اپنا تعارف کرانے کو کہا تو قدرے توقف کے بعد آپ نے فی البدیہہ یہ شعر پڑھے ؎

ٹھیک ہے تو جس کے تئیں اہلِ سخن کہتے ہیں
زندہ باشی جسے مرغانِ چمن کہتے ہیں
وہ عطا کوش اخفا پوش یہی ہے شاید
عرفِ عامہ میں جسے لوگ حسن کہتے ہیں

جماعت احمدیہ کے ایک مشہور شاعر جناب عبدالسلام صاحب اختر لکھتے ہیں: میں نے ایک دفعہ حسن صاحب سے کہا کہ "ایک شکوہ کرنا چاہتا ہوں" کہنے لگے "وہ کیا؟" میں نے کہا حسن صاحب! میں نے اکثر دیکھا ہے کہ جن لوگوں کی فطرت شعر کے قریب سے بھی نہیں گزری آپ ان کے سامنے اپنا دیوان لے بیٹھتے ہیں۔ آپ کوڑیوں پر پھول کیوں بکھیرتے ہیں؟ مجھے غصہ آتا ہے"۔ حسن کچھ دیر چپ رہے پھر ان کی آنکھوں میں یکایک روشنی اور چمک پیدا ہوئی۔ مجھے غور سے دیکھا اور کہنے لگے ؎

زمانہ جانتا ہے مَیں حسن اِک کارِ رفتہ ہوں
مگر دامن میں میرے "آبِ گل" بھی ہیں جواہر بھی
میرے ہاتھوں میں کلیاں ہوں کہ کانٹے سب برابر ہیں
"سخن کش" بھی "سخن گو" بھی "سخن داں" بھی "سخن ور" بھی

ایک شاعر نے شعر لکھے۔ بہت ہی غضب کے شعر لکھے۔ شعر کہنے والا شاعر بے چارہ تھا اور لکھنے والا خدا جانے کیا تھا۔ بہرحال کہنے والے شاعر نے شعر کہے اور لکھنے والے نے لکھے۔ لکھنے والے کو شعر کچھ زیادہ ہی بھا گئے اور اس نے مختلف جلدوں میں اپنے نام سے چھپوا لئے۔ راتا

کو پہلی بار چھپ کر مارکیٹ میں آئی اور اگلی صبح لکھنے والا شاعر، ایک بہت بڑا شاعر بن چکا تھا۔ اور کہنے والا شاعر۔۔۔۔ وہ تو پہلے ہی بے چارہ تھا۔۔۔۔۔ وہ بے چارہ ہی رہا۔

۔۔۔۔ بے چارہ حسن!

اب تو یہ قصہ قصۂ پارینہ بن چکا ہے۔ اب تو یہ تذکرہ بھی فضول ہے۔ کیونکہ لکھنے والا شاعر آج ادب کا بہت بڑا چوہدری ہے۔ اسکے خلاف کوئی بات لکھنا ادب کی توہین ہے۔ مگر افسوس تو یہ ہے کہ ادب کے اس بہت بڑے چوہدری نے بھی اپنے اس محسن کو فراموش کر دیا ہے۔

۔۔۔۔۔ لیجئے! حضرت حسن کے کلام کا تذکرہ کرتے کرتے میں کس راہ پر نکل آیا۔ آئیے! حسن کی طرف لوٹ آئیں۔ ان تلخ باتوں سے کیا حاصل ــــــ؟

حضرت حسن کو بھی زمانے کی ناقدری کا گلہ تھا کیونکہ آپ شاعر جو تھے اور شاعر کا دل حساس ہوتا ہے۔ شاید ان کے حساس دل نے ان سے یہ شعر کہلوائے تھے۔ کتنا درد اور کرب ہے ان اشعار میں ؎

مریضِ ناتواں کا حال سمجھایا نہیں جاتا ــــــ
ہر اک سعئ دوا و مدعا بے نتیجہ ہوتا ہے ــــــ
مُئی اب عالی مقاموں کے درِ دولت پہ کیوں جاؤں
بتوں کے سامنے ذکرِ خدا سے رنج ہوتا ہے

آہ! چوہدری شاہ محمدؐ مرحوم

(چوہدری شاہ محمد مرحوم صدر جماعت احمدیہ مرالہ ضلع گجرات (والد محترم ماسٹر چوہدری بشیر احمد صاحب) ایک مخلص احمدی تھے۔ ۱۴ر فروری ۱۹۷۲ء کو ایک بارات کے ہمراہ بس پر جا رہے تھے کہ راستے میں کسی واقف کار کو بلانے کے لئے کھڑکی سے باہر سر نکالا تو دیوار کے ساتھ ٹکرا گئے۔ اور اسی اثناء میں وفات پا گئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ (سید ادریس احمد عاجز عظیم آبادی)

چوہدری صاحب تھے مردِ نیک بخت و خوش خصال
انکی رحلت سے ہر اک پیر و جواں کو ہے ملال

اپنی بستی میں وہ پہلے تھے اکیلے احمدی
حق تعالیٰ نے انہیں بخشا تھا جوشِ سرمدی

اُن کی کوشش اور دعاؤں نے دکھایا یہ سماں
فضلِ حق سے اک جماعت ہو گئی قائم وہاں

بے دھڑک شام و سحر کرتے تھے وہ تبلیغِ دیں
دل میں اُن کے موجزن تھا عشقِ خیر المرسلیںؐ

تھے مسیحائے زماںؑ کے مخلص و صادق غلام
مصلحِ موعودؓ کا رکھتے تھے دل میں احترام

آخری دم تک خلافت ہی سے وابستہ رہے
دین کی خدمت میں وہ ہر دم کمر بستہ رہے

صلح جوئی، خیر خواہی، راستی اُن کا شعار
دشمنوں سے بھی نہیں رکھتے تھے وہ کچھ بھی نقار

پاک طینت، نیک سیرت، مردِ مومن، باوقار
عاجزی اور انکساری میں تھے فخرِ روزگار

ہے خدا کا فضل کہ پایا شہادت کا مقام
مل گئی اُن کو رضائے حق تعالیٰ لاکلام

جب انہوں نے پا لیا اذنِ خداوندِ کریم
جنّت الفردوس میں وہ ہو گئے جا کر مقیم

عاصم صحرائی
لاہور

(قسط چہارم)

پرورش کا فن

آغاز میں بچے کو والدین کے فقط دو پہلو نظر آتے ہیں، لیکن جوں جوں اس میں بالغ نظری پیدا ہوتی جاتی ہے وہ ان میں تیسرے پہلو کو بھی تلاش کر لیتا ہے۔ اُن کی شخصیت کی تثلیث کچھ اس طرح بنتی ہے:۔

۱۔ عام لوگ PEOPLE

۲۔ رحم دل لوگ HUMAN PEOPLE

۳۔ جواں سال بچوں کے مشابہ (SIMILAR ELDER CHILDREN)

لوگ اگر عزت کے مستحق ہوں تو ان کی عزت کی جاتی ہے۔ لیکن والدین کا معاملہ اس کے برعکس ہوتا ہے۔ ان سے یا تو محبت کی جاتی ہے یا خوف کھایا جاتا ہے۔

اکثر و بیشتر والدین کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ اپنے بچوں کو براہ راست اپنا تنقیدی جائزہ نہیں لینے دیتے۔ کیونکہ وہ اپنے بچوں کے غیر جانبدارانہ جائزے سے خوف کھاتے ہیں۔ لیکن شاید انہیں اس بات کا علم نہیں کہ نوجوانوں میں چشم پوشی اور ترحم کی صلاحیت بھی بدرجۂ اتم موجود ہوتی ہے۔ کئی ایسے نوجوانوں کی مثال بطور نمونہ پیش کی جا سکتی ہے جنہوں نے نہایت احتیاط سے اپنے والدین کا تنقیدی جائزہ لیا اور پھر ان کی غیر ضروری ذہنی کوفت اور خوف کے پیش نظر ان سے اغماض برتا۔

فرض کیجئے کہ ایک نوجوان شخص اپنے والدین کا بنظر غائر مشاہدہ ممکن خیال کرتا ہے لیکن اس کے باوجود والدین کی شخصیت کے متعدد پہلو ایسے ہوں گے جو آسانی سے اس کی توجہ اپنی طرف مبذول کر لیں گے۔ "محبت" کو ان سب میں اوّلیت حاصل ہے۔ اس کے علاوہ ایک چیز اور ذہن نشین کرنے کے قابل ہے وہ یہ کہ ہم عموماً اس شخص کے بارے میں غصہ کا اظہار کرتے ہیں جس کی ہمیں زیادہ فکر یا تشویش لاحق ہوتی ہے۔ "محبت" کی عدم موجودگی "نفرت" نہیں البتہ اسے لاتعلقی (INDIFFERENCE) کہا جا سکتا ہے۔

متعدد نوجوانوں کے والدین ایسے بھی ہوں گے جو اپنے بچوں پر اپنی محبت کا اظہار

صحیح طور پر نہیں کر پاتے۔ عین ممکن ہے کہ ان کا تعلق "پیوریٹین" فرقے سے ہو جس کی بنیاد ہی اس بات پر ہے کہ "جذبات" کا اظہار کردار کی ناپختگی اور کمزوری پر دلالت کرتا ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ وہ "کم گو" یا "کم آمیز" قسم کے ہوں اور ہر وقت اپنی ہی سوچ میں ڈوبے رہتے ہوں۔ یا پھر ان کی تربیت ہی اس رنگ میں کی گئی ہو کہ محبت کا صحیح اظہار "مادی تحفہ" (MATERIAL GIFT) ہے۔ شاید انہوں نے اپنے بچے کو بتا دیا ہو، یا اس نے خود ہی یہ نتیجہ اخذ کر لیا ہو کہ وہ بے ضرورت حمل کا نتیجہ ہے۔ تاہم شاذ ہی کوئی ایسا شخص ہوگا جس کے زیرِ سایہ کوئی بچہ پرورش پائے، وہ اس کی کفالت بھی کرے، اُسے نشوونما پاتے ہوئے بھی دیکھے، لیکن اس کے باوجود اس کے لئے کسی قسم کی محبت یا کشش محسوس نہ کرے۔

جہاں تک والدینی محبت کا تعلق ہے، سوائے چند استثنائی صورتوں کے والدین اپنے بچوں سے پیار کرتے ہیں وہ اپنی محبت کا اظہار کس طرح کرتے ہیں، یہ ایک الگ سوال ہے۔

اس تصویر کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ بچے کی بحیثیت "شخص" عزت کی جائے۔ والدین کا فرض ہے کہ وہ اپنے بچے کا گہری نظر سے مطالعہ کریں اور اُسے سمجھنے کی کوشش کریں۔ والدین اور معاشرہ، بچوں کے بارے میں عموماً غفلت سے کام لیتے ہیں۔ جب بچہ جوانی کی حد میں داخل ہو جاتا ہے تو پھر اس کے لئے یہ بات زیادہ اہمیت نہیں رکھتی کہ اس کے والدین یا اس کے دوست اُسے پوری طرح سمجھتے ہیں کہ نہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ اب اس قابل ہو چکا ہوتا ہے کہ وہ خود اپنے اندر جھانک کر دیکھ سکے اور پھر چونکہ وہ "ماضی پرست" بھی ہوتا ہے اس لئے وہ بآسانی اپنے بچپن کا بھی جائزہ لے سکتا ہے۔

اسی تصویر کا تیسرا رُخ یہ ہے کہ بچے کو اپنی فطری صلاحیتوں کی نشوونما اور انہیں بروئے کار لانے کے لئے کسی قسم کا "خاندانی چوکھٹا" (FAMILY SATTING) درکار ہے جو اس کی نشوونما کے لئے مفید بھی ہو اور ممد و معاون بھی۔ اس سوال کا جواب آسان بھی ہے اور اہم بھی ہے۔ آسان اس لئے کہ "شعوری یادداشت" (CONSCIOUS MEMORY) پہلے ہی کافی حد تک از سرِ نو مرتّب ہو چکی ہوتی ہے اور اہم اس لئے کہ یہ حصانت کی تشکیل میں مرکزی کردار ادا کرتا ہے۔ حصانت کے پس منظر سے آگاہ ہونے کے لئے مندرجہ ذیل سوالنامہ کافی مفید ثابت ہو سکتا ہے۔

۱۔ والدین ایک دوسرے کے لئے اپنی محبت کا اظہار کس طرح کرتے ہیں؟

۲۔ بحیثیت "شخص" وہ ایک دوسرے کی کس طرح عزت کرتے ہیں ؟

۳۔ کیا وہ کسی مسئلے پر عموماً متفق ہو جاتے ہیں یا ان کے درمیان اکثر اختلاف رہتا ہے ؟

۴۔ کیا وہ معمولی سی باتوں پر بھی ایک دوسرے سے اُلجھ پڑتے ہیں ؟

۵۔ کیا یہ اُلجھاؤ جھگڑے کی صورت اختیار کر لیتا ہے ؟

۶۔ ان کی ناچاقیاں کس طرح ختم ہوتی ہیں ؟

۷۔ کیا وہ ایک دوسرے کے احساسات و جذبات کا خیال رکھتے ہیں ؟

۸۔ جنس، شادی، محبّت، مذہب، سیاست اور تعلیم کے بارے میں ان کے نظریات کیا ہیں ؟

۹۔ وہ "مادیت" کے حصول کے لئے کون سے ذرائع اختیار کرتے ہیں ؟

۱۰۔ ان کا معاشرے میں کیا مقام ہے ؟

۱۱۔ ان کی دلچسپیاں کیا ہیں ؟

۱۲۔ کیا وہ ایک دوسرے سے کھُل کر باتیں کرتے ہیں ؟

۱۳۔ کیا وہ اپنی دلچسپیوں میں کسی اور کو بھی شریک کرتے ہیں ؟ کس قدر ؟ کن حالات کے تحت ؟

۱۴۔ ان کے "ہم مشرب" لوگ کس قسم کے ہیں ؟

۱۵۔ ان کا مقصدِ حیات کیا ہے ؟

۱۶۔ کیا انہیں اپنے مقصدِ حیات یا نصب العین کے بارے میں مکمل علم ہے ؟

۱۷۔ کیا ان کے بچے بھی اس بات سے باخبر ہیں ؟

۱۸۔ اپنے دوستوں، ہمسایوں اور رشتہ داروں سے ان کے تعلقات کیسے ہیں ؟

۱۹۔ وہ اپنی رقم کس طرح خرچ کرتے ہیں ؟

۲۰۔ ان کا مکان کس قسم کا ہے ؟ اس میں ذرائع مواصلات کس قسم کے ہیں ؟

۲۱۔ کیا وہ معاشرے میں اپنی "حیثیت" یا "مقام" سے مطمئن ہیں ؟

۲۲۔ کیا "ماں" کو عورتوں میں "مثال" قرار دیا جا سکتا ہے ؟

۲۳۔ کیا "باپ" مردوں میں "نمونہ" قرار پا سکتا ہے ؟

۲۴۔ ان کی صحت کی عمومی حالت کیسی ہے ؟

۲۵۔ کھانے کی میز پر ان کا رویّہ کیسا ہوتا ہے ؟

۲۶۔ بچوں کی پرورش کے بارے میں ان کے نظریات کیا ہیں ؟

۲۷۔ ان کا خاندانی پس منظر کیا ہے ؟

۲۸۔ وہ بچّوں کو کس قسم کی سزا یا انعام دیتے ہیں ؟

۲۹۔ کیا وہ ترش رُو ہیں یا نرم رُو یا ان دونوں کے درمیان ؟

۳۰۔ ان کے بچّے اسکول جانے میں خوشی محسوس

کرتے ہیں یا گھر لوٹ کے آنے میں؟

۳۱- کیا بچوں کو کبھی بیٹھ کر پڑھنے کے بارے میں کہا جاتا ہے؟ کیا انہیں بیٹھ کر سوچنے کی دعوت دی جاتی ہے یا محض انہیں بیٹھنے کے لئے ہی کہا جاتا ہے؟

۳۲- کیا والدین خود بھی مطالعہ کرتے ہیں؟

۳۳- والدین کی زندگی کی مشترکہ تاریخ کیا ہے؟

۳۴- شادی سے لیکر اب تک عرصہ انہوں نے کہاں اور کیسے گزارا؟

ان سوالوں کے جو جواب ملیں، ان کی مدد سے حضانت کے بارے میں آسانی سے ایک خاکہ مرتب کیا جا سکتا ہے۔ (باقی)

جناب لئیق احمد عابد
ربوہ

تم پرچم اسلام لہرا کیوں نہیں دیتے؟

تثلیث کا تم نام مٹا کیوں نہیں دیتے؟
سوئی ہوئی رُوحوں کو جگا کیوں نہیں دیتے؟

ہر طرف ہے دُنیا میں ضلالت کی حکومت
تم شمعِ ہدیٰ لے کے ضیاء کیوں نہیں دیتے؟

قرآں نے جسے نُورٌ علیٰ نُور کہا ہے
اس نور سے عالم کو جِلا کیوں نہیں دیتے؟

اے مہدیٔ معہودؑ کے جانباز جوانو!
تم پرچم اسلام لہرا کیوں نہیں دیتے؟

گنجینۂ افکار جو صدیوں سے تھا مدفون
مہدیؑ نے جو بانٹا وہ لُٹا کیوں نہیں دیتے؟

دنیا نے پکارا ہے قیامت کو خدایا!
"منصف ہو تو اب حشر اُٹھا کیوں نہیں دیتے"؟

کہنے کو تو زندہ ہیں مگر مُردہ سے بدتر
بگڑی ہوئی تقدیر بنا کیوں نہیں دیتے؟

عبدالکریم خالد

مزاح نگاری

کائنات کی ہر شے ایک مقررہ اصول اور ضابطے کے مطابق [illegible] طور پر چلنے پر مجبور ہے۔ لیکن طبعی [illegible] اس یکسانیت سے پیدا [illegible] اس قدر روکھا پھیکا اور بے نمک ہوتا ہے [illegible] فطرت کا اس سے جلد یا بدیر [illegible] لازمی امر ہے۔ لیکن قدرت نے کلیتاً [illegible] طبیعت میں [illegible] افسردہ سنجیدگی [illegible] نے انسان میں ایک ایسی خصوصیت [illegible] ذریعے وہ کائنات کی پتھرائی ہوئی یکسانیت اور سنجیدگی کو کچھ وقت کے لئے سامانِ طاقِ نسیاں بنا دیتا ہے۔ یہ خصوصیت انسان کی ہنسی و مزاح کی عادت ہے۔ اپنے مزاح سے انسان تھوڑی دیر کے لئے کائناتی سنجیدگی کو شکست دیتا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ اس سلسلے میں بقولِ ڈاکٹر وزیر آغا:-

"یہ احساسِ مزاح اور اس کے مظاہر یعنی تبسم، ہنسی اور قہقہے ہی در اصل ہمیں اس سنجیدہ کائنات میں زندہ رکھنے کے ذمہ دار ہیں اور انہی کے سہارے ہم زندگی سے سمجھوتہ کرنے کے قابل ہو سکتے ہیں۔"

(اردو ادب میں طنز و مزاح)

انسان مدنی الطبع واقع ہوا ہے۔ اس کے لئے بدترین سزا بلکہ موت سے بھی بدتر اگر کوئی بات ہے تو قیدِ تنہائی ہے۔ مزاح ایک ایسا ذریعہ ہے جو اس کی فطری کمزوریوں کو دور کرنے میں یوں ممد و معاون ثابت ہوتا ہے کہ ہنستے مسکراتے اور زندہ دل انسان کے پاس ہر کوئی کچھ وقت گزارنے کیلئے تیار ہو جاتا ہے مگر رونی صورت اور پژمردہ چہرے سے سبھی گریزاں رہتے ہیں۔ کیونکہ ہر انسان کی خود اپنی الجھنیں اور پریشانیاں ہوتی ہیں اس لئے وہ دوسروں کی پریشانیوں سے مزید پریشان ہونے سے پہلو تہی کرتا ہے اور کسی نہ کسی انداز میں اپنے لئے خوشی اور مسرت کا متلاشی نظر آتا ہے

یہ دنیا تصور و تخیل کی نہیں بلکہ عمل و حقائق کی دنیا ہے۔ خواب دیکھنا انسان کی فطرت میں شامل ہے مگر جب وہ اپنے خوابوں کے محلات کو مسمار اور پیوندِ زمین ہوتے دیکھتا ہے تو مجسّم مایوسی بن جاتا ہے۔ اس یاس و مایوسی کے عالم میں مزاح اس کے لبوں پر مسکراہٹ کی ایک ہلکی سی

جھاڑ آویزاں کرنے کی کوشش کرتا ہے اور اسے تصوّرات و تخیلات کے سپنوں سے بیدار کر کے حیاتِ عمل میں لانے کا فریضہ انجام دیتا ہے۔ مزاح کا یہ پہلو بے شک بے حد مفید و کارآمد ہے۔

مزاح تطہیرِ معاشرہ کا فریضہ بھی بہ احسن طریق سرانجام دیتا ہے۔ اگر کوئی انسان کسی کے تشکیل کردہ اصولوں اور انداز رہن سہن سے ہٹ کر نئی ڈگر اختیار کرنے کی جرأت کرتا ہے تو مزاح آگے بڑھ کر کبھی زیرِ لب مسکرا کر اور کبھی قہقہہ لگا کر اسے اس کی غلطی سے آگاہ کرتا ہے اور اس سے مطالبہ کرتا ہے کہ لوٹ کر اُسی روش پر آجائے جو اس معاشرے کا انداز ہے۔

مزاح کی ہنسی ایک ایسا حربہ ہے جس کے ذریعے سماج اپنے باغیوں کی سرکوبی کرتا ہے۔ اردو شاعری میں اکبر الہ آبادی نے سر سیّد کی تحریک کے اُن پہلوؤں کا مذاق اُڑایا ہے جن میں وہ (غیر شعوری طور پر) اسلام سے بیگانہ ہوتے جا رہے تھے۔ ایک عمدہ نظم یا خوبصورت تصویر سے انسان کے جذبات و احساسات یا ذہن کو سکون و مسرت حاصل ہوتی ہے۔ مگر مزاح کی ہنسی کا اثر انسانی اعضاء پر بھی ہوتا ہے۔ اس سے انسان کا سارا جسم متاثر ہوتا ہے۔ ایسی ہنسی کے متعلق چارلس ڈارون لکھتا ہے:-

"ہنسی کے دوران منہ کھل جاتا ہے۔ ہونٹوں کے کنارے پیچھے اور اُوپر کی طرف اُٹھ آتے ہیں۔ اس طرح اوپر والا ہونٹ قدرے اور اُوپر اُٹھ آتا ہے۔ اور شدید ہنسی کے دوران میں تو سارا جسم کانپنے لگتا ہے۔ سانس میں ناہمواری پیدا ہو جاتی ہے۔ اور آنسو بہہ نکلتے ہیں"

انسان کیوں ہنستا ہے؟ اس کا کوئی تسلی بخش جواب ابھی تک نہیں مل سکا۔ عموماً دوسروں کی کمزوریاں دیکھ کر جو جذبۂ افتخار اپنے اندر پیدا ہوتا ہے وہی ہنسی کا باعث ہوتا ہے۔ دوسروں میں خامیاں دیکھ کر ہنسنے کی مثال سرکس کا وہ مسخرا ہے جو اپنے چہرے پر سفید اور سُرخ رنگ مل کر اور ایک بیہودہ سا لباس پہن کر لوگوں کے سامنے آ کر عجیب و غریب حرکات کرتا ہے اور لوگ اس کی مضحکہ خیز حرکات، شکل و صورت اور لباس پر ہنسی سے لوٹ پوٹ ہوئے جاتے ہیں۔ یہاں یہ بات ضروری ہے کہ وہ مزاح غیر مہذب سمجھا جاتا ہے جس سے شرافت کا دامن ہاتھ سے نکلتا ہو۔ اور کسی کی عزت پر حرف آتا ہو۔

ہنسی کے محرکات کے سلسلے میں پروفیسر سلی نے لکھا ہے کہ:-

"ہنسی مسرت کے اس اچانک سیلاب سے معرضِ وجود میں آتی ہے جو کسی بیرونی دباؤ کے ہٹ جانے یا کسی غیر متوقع شے کی اچانک آمد سے پیدا ہوتا ہے۔ اور جو ہمیں یکایک زندگی کے بلند مقام تک پہنچا دیتا ہے۔"

اس کے بعد بھی مزاح کی کئی تعریفیں کی گئی ہیں۔ جن میں مشہور ماہر نفسیات فرائیڈ کے نظریہ کو سب سے اہم سمجھا جاتا ہے۔ بہرصورت ایک بات ملحوظ خاطر رکھنی ضروری ہے کہ جذبۂ رحم و مزاح کا آب و آتش کا تعلق ہے معمولی سا جذبۂ رحم پیدا ہونے پر مزاح فی الفور ناپید ہو جاتا ہے۔

طنز اور مزاح میں واضح اور روشن فرق یہ ہے کہ مزاح نگار مزاح کو ایک ذہنی کھیل سمجھتا ہے اور کسی شخص کا مضحکہ اڑاتے ہوئے خود بھی اس کھیل میں شریک ہو جاتا ہے مگر طنز نگار کا معاملہ اس سے جدا ہوتا ہے۔ طنز نگار خود طنز میں شریک ہرگز نہیں ہوتا۔ اور جس کا وہ تمسخر اڑاتا ہے۔ اس سے کوئی ہمدردی نہیں ہوتی۔ طنز نگار کا میدان بہت وسیع ہے۔ وہ افراد، گروہ اور ملک ہر ایک کو اپنے طنز کا نشانہ بناتا ہے۔ مزاح ایک بے ضرر اور کبھی کبھی مفید ثابت ہوتا ہے مگر طنز بے رحمی کے سوا اور کچھ نہیں۔

مزاح نگاری جن عناصر کی رہین منت ہے، ان میں سے ایک موازنہ ہے۔ دو چیزوں کی آپس میں بیک وقت مشابہت اور تضاد سے وہ ناہمواریاں پیدا ہوتی ہیں جو ہنسی کو پیدا کرنے میں مدد دیتی ہیں۔ مثلاً کنھیالال کپور کی کتاب "چنگ و رباب" کا ایک جملہ "شیخ سعدی سے چل کر شیخ چلی تک" اس کی نمایاں مثال ہے۔ اس کی تخلیق میں اس کی مشابہت اور تضاد سے بیک وقت "وجود" نے حصہ لیا ہے۔ شیخ سعدی اور شیخ چلی میں لفظ شیخ مشترک ہے لیکن اس وقت چلی اور سعدی کا تضاد ایسی ناہمواری پیدا کرتا ہے کہ ہم بے اختیار ہو کر ہنسنے لگتے ہیں۔

مزاح نگاروں کا دوسرا کامیاب حربہ زبان و بیان کی بازی گری ہے۔ اس میں رعایتِ لفظی (PUN) خاص طور پر مشہور اور مفید ہے۔ رعایت لفظی سے مراد یہ ہے کہ کسی لفظ کو اس انداز سے استعمال کیا جائے کہ پڑھنے یا سننے والے کو اس لفظ کے دو مختلف مطالب کا احساس ہو۔ چنانچہ اس کی مدد سے بالعموم ایک ایسی بات کہی جاتی ہے جو مزاح پیدا کرنے کا باعث بنتی ہے۔

مزاح نگاری کا تیسرا حربہ مزاحیہ صورتِ حال

کا پیدا کرتا ہے۔ اس سلسلے پر وفیسر پطرس بخاری کا مضمون "مرحوم کی یاد میں" قابلِ ذکر ہے۔ جب ہم مضمون کے اس حصے کو پڑھتے ہیں:-

"اس قدر تیز رفتاری بائیسکل کی طبع نازک پر گراں گزری چنانچہ اس میں یک لخت دو تبدیلیاں واقع ہو گئیں۔ ایک ہینڈل ایک طرف کو مڑ گیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ میں جا تو سامنے کو رہا تھا، لیکن میرا تمام جسم بائیں طرف مڑا ہوا تھا۔ اس سے بائیسکل کی گدی دفعتہً چھ انچ کے قریب نیچے بیٹھ گئی۔ چنانچہ جب ہینڈل چلانے کے لئے میں ٹانگیں اوپر نیچے کرنے لگا تو میرے گھٹنے ٹھوڑی تک پہنچ گئے۔"

تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ یہاں زندگی کی روانی میں دفعتہً ناہمواریاں پیدا ہو گئی ہیں۔ ایک بھلا چنگا آدمی دیکھتے دیکھتے ایک عجیب سی الجھن میں گرفتار ہو گیا ہے۔ ایک ایسی الجھن جس نے چند لمحوں کے لئے ایک عام انسانی وقار کو ختم کر کے ہمارے احساسِ برتری کو تحریک دے دی ہے۔ لیکن چونکہ ظاہر ہے کہ یہ شخص کسی چوٹ اور ذہنی صدمہ سے محفوظ ہے۔ اس لئے اگر اس کی حیثیت کذائی ہماری ہنسی کو بیدار کرتی ہے تو یہ حالات کے عین مطابق ہے۔ اس کے برعکس اگر یہی شخص بائیسکل سے گر پڑتا ہے اور اسے سخت چوٹ آتی ہے تو ایسے موقع پر ایک مہذب انسان کے لبوں پر خفیف سا تبسم بھی پیدا نہیں ہوتا۔

طنز ایک ایسی صفت ہے جس کے ذریعہ عام طنز نگار ایسی بات کا مذاق اڑا کر کسی فرد یا معاشرہ کو ذلیل کرنے کی کوشش کرتا ہے جسے وہ برا سمجھتا ہے۔ اچھا طنز نگار اس کے ذریعہ معاشرے کی خامیوں کو دور کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اگر طنز صرف اپنی ذات کو مطمئن کرنے کے لئے استعمال کی جائے اور اس سے کسی فرد کی تذلیل مقصود ہو تو یہ طنز غیر مہذب ہوگا۔

چند ہومیوپیتھک مجربات

(۱) چوٹ اندرونی یا بیرونی:۔ آرنیکا ۳۰

(۲) دماغی کام کرنے والوں کے لئے ٹانک:۔
کالی فاس × ۶

(۳) بچوں کے اسہال کے لئے مرکب:۔
فیرم فاس کلکیریا فاس۔ نیٹرم فاس (۶×)

(۴) بچوں کے اسہال مع پیٹ درد:۔ فیرم فاس، کلکیریا فاس۔ نیٹرم فاس، میگنیشیا فاس ۶×

(۵) مکمل طور پر گلا بیٹھ جانا:۔ اپی کاک ۳۰

(۶) زیادہ استعمال کی وجہ سے گلا بیٹھ جانا:۔
آرنیکا ۳۰

(۷) دردیں جو حرکت سے زیادہ ہوں:۔ برائی اونیا ۳۰

(۸) کوئی تکلیف جس میں گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ بعد پانی کی پیاس ہو۔ برائی اونیا ۳۰

(۹) کوئی تکلیف جس میں پانچ دس منٹ بعد گھونٹ دو گھونٹ پانی کی پیاس ہو۔ آرسنک البم ۳۰

(۱۰) دن کو اندھاپن:۔ بوتھرایس ۳۰

(۱۱) رات کو اندھاپن:۔ فائی سوسٹگما ۳۰

(۱۲) رنگ نظر نہ آئیں:۔ سینٹونائین ۳۰

(۱۳) باریک کام مثلاً سلمہ ستارہ کرنے والوں کا اندھاپن:۔ روٹا ۳۰

(۱۴) پڑھتے وقت الفاظ سُرخ معلوم ہوں:۔
فاسفورس ۳۰

(۱۵) افیون کی عادت چھڑانے کیلئے:۔ کلورل ہائیڈریٹ ۲×

(۱۶) آنکھ کے نیچے چھائیاں:۔ مرک سال ۳۰، آرسنک البم ۳۰ باری باری، ہفتہ کے بعد مرک سال ۲۰۰ ایک خوراک۔

(۱۷) بخار حاد قسم:۔ ایکونائیٹ ۳۰، فیرم فاس ۳۰

(۱۸) ملیریا بخار:۔ اپی کاک ۳۰

(۱۹) بچوں کا سوکھا پن جو ٹانگوں سے شروع ہو:۔
ابراٹینم ۳۰

(۲۰) بچوں کا سوکھا پن جو گردن سے شروع ہو:۔
نیٹرم میور ۳۰

(۲۱) بالوں کا گرنا:۔ آرنیکا ہیر آئیل

(۲۲) داڑھی اور مونچھوں کا بالچر:۔ بیسی لینیم ۲۰۰

(۲۳) جوانی میں سر کے بال سفید ہونے لگیں:۔ ایسڈ فاس ۶

(۲۴) ہر قسم کی زنانہ خرابیوں کے لئے:۔ اشوکا ۵

(۲۵) بھوک بہت زیادہ مگر چند لقموں سے سیری:۔
لائیکوپوڈیم ۳۰

(۲۶) نمکین چیزوں کی خواہش مگر گوشت سے نفرت:۔
کلکیریا کارب ۳۰

(۲۷) دودھ پلانے والی عورتوں میں کمی خون:۔ چائنا ۳۰

(۲۸) ہیجش:۔ کوچی ۵

(۲۹) پیٹ کے کیڑے (لمبے)، سینٹونائین ۱×

(۳۰) پیٹ کے کیڑے (چھوٹے۔ سُوتی کیڑے):۔
سائنا ۳۰

اہم مرکزی اعلانات

قائدین و ناظمین مال خدام الاحمدیہ کی توجہ کے لئے

خدام الاحمدیہ کے چھ ماہ گزر چکے ہیں۔ تمام مجالس خدام الاحمدیہ کو ششماہی مالی جائزہ بھجوا دیا گیا ہے۔ اس جائزہ سے آپ کو اپنی مالی پوزیشن معلوم ہو چکی ہوگی۔ اگر آپ کی وصولی بجٹ کے نصف کے برابر یا زیادہ ہو گئی ہے تب آپ مبارکباد کے مستحق ہیں لیکن اگر آپ کی وصولی بجٹ کے نصف سے کم ہے تو یہ صورتِ حال قابلِ فکر ہے۔ مرکز کی مالی ضروریات کا تقاضا یہ ہے کہ تدریجی بجٹ کے لحاظ سے وصولی مرکز میں پہنچتی رہے۔

لہٰذا آپ سے درخواست ہے کہ اگر پہلی ششماہی میں کسی وجہ سے آپ کی وصولی میں کمی رہ گئی ہے تو جلد از جلد اس کمی کو پورا کرنے کی کوشش فرماویں۔ اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ ہو اور آپ کو زیادہ سے زیادہ خدمتِ دین کی توفیق بخشے۔ آمین

چندہ ایوانِ محمودؓ

قائدین مجالس خدام الاحمدیہ نوٹ فرمالیں کہ چندہ تعمیر ہال (ایوانِ محمود) اُن کے کل چندہ مجلس کا ۱/۶ حصہ ہے۔ یہ چندہ بھی دوسرے چندہ جات کے ساتھ ساتھ بھجوانا ازحد ضروری ہے۔ جائزہ لینے پر معلوم ہوا ہے کہ اس سال اس چندہ کی رفتار نہایت غیر تسلی بخش ہے۔ پس آپ جائزہ لیں کہ کیا تدریجی لحاظ سے آپ یہ چندہ مرکز کو ارسال فرما چکے ہیں؟ اگر نہیں تو فوری توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ تاکہ ضروری اخراجات کو پورا کیا جا سکے۔

اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ ہو اور آپ کو زیادہ سے زیادہ خدمتِ دین کی توفیق بخشے۔

آمین۔

مبارک احمد

مہتمم مال مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ

کمشنر سرگودھا ڈ
جناب ایس ایم م
(درمیان میں) آل پا ک
طاھر کبڈی ٹورنامنٹ
افتتاح کے بعد پہلا میچ
رھے ھیں
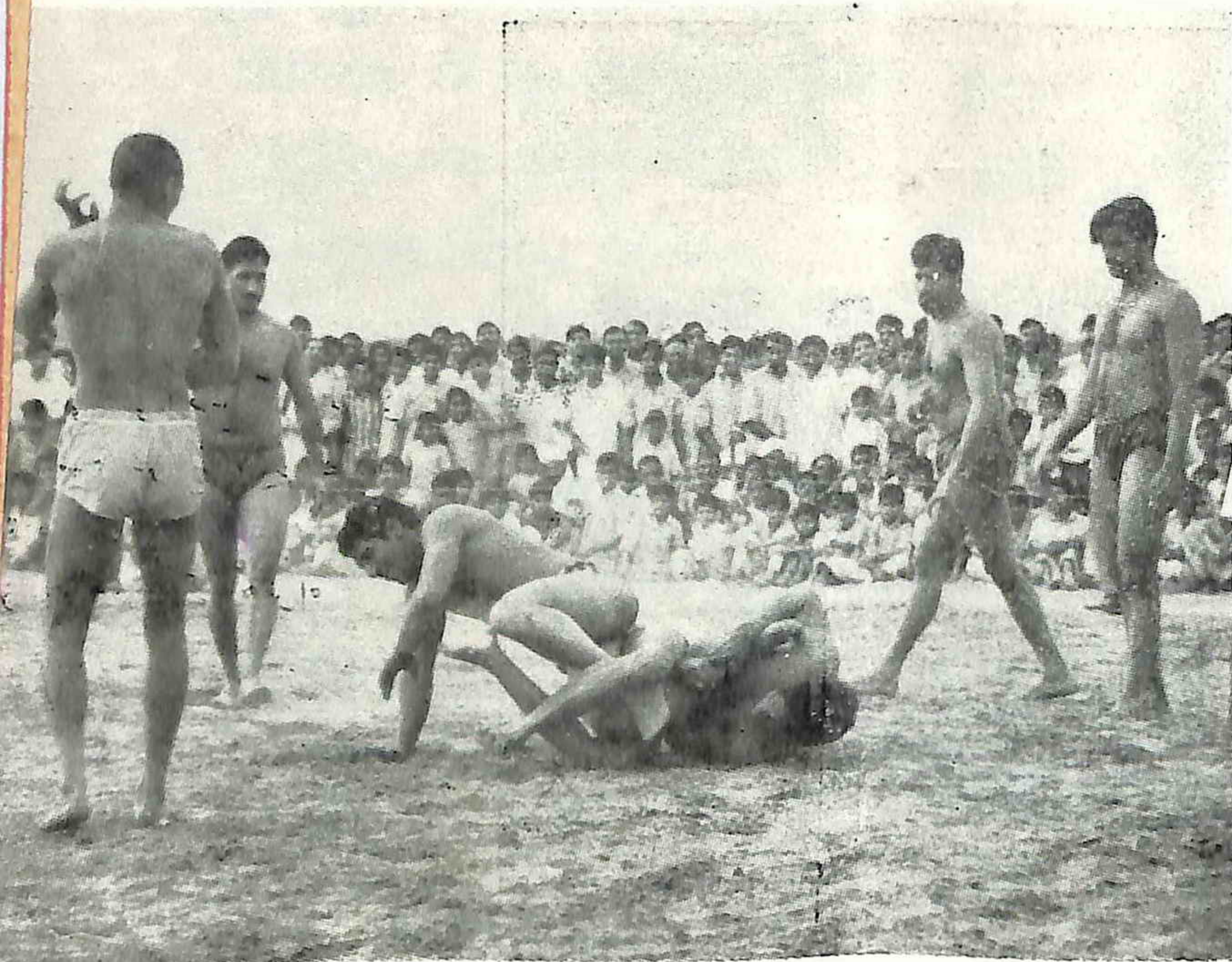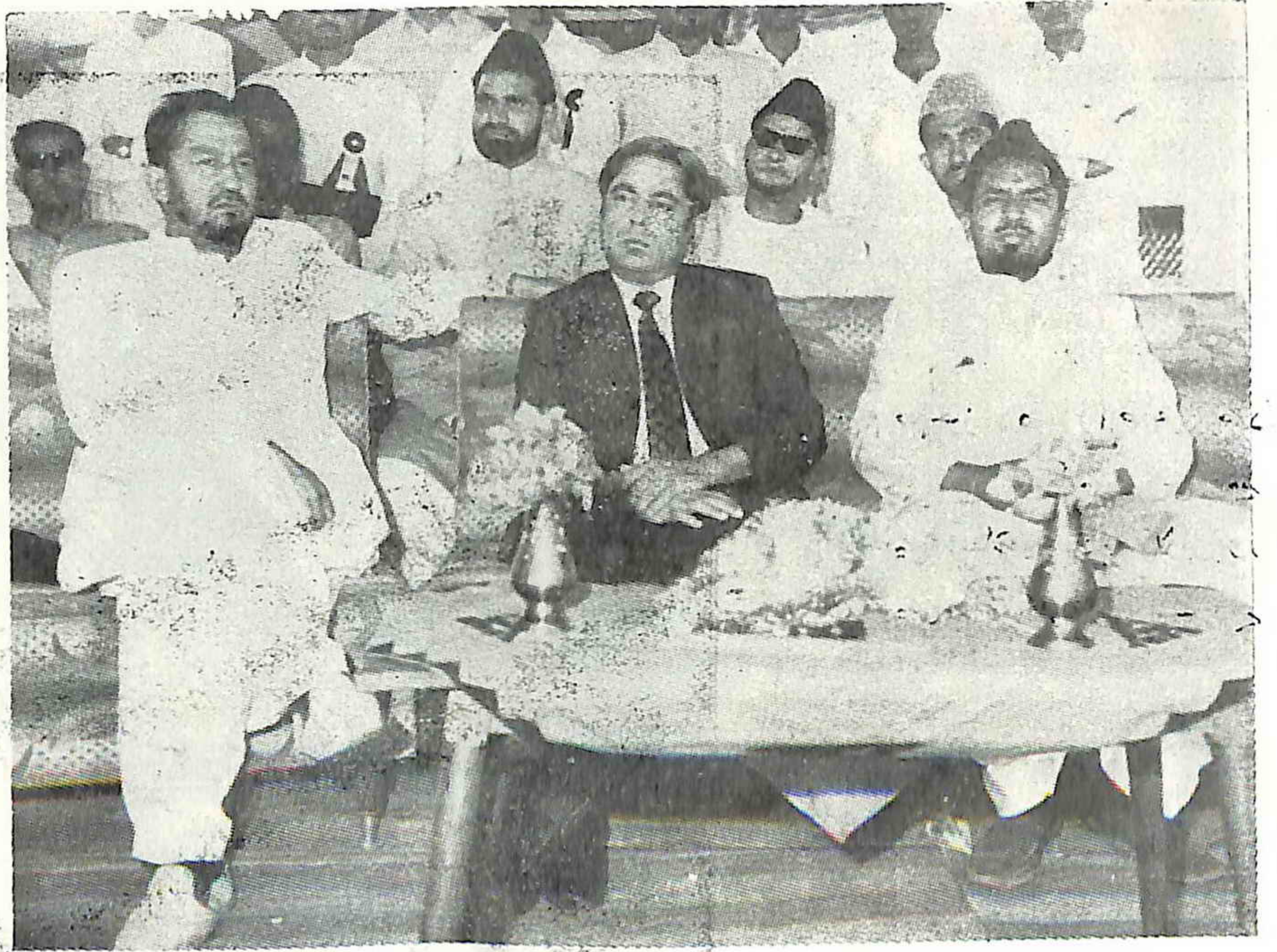
فائنل میچ کا دلچسپ منظر
ربوہ بی اور ریلوے کی ٹیموں
میں زبردست مقابلہ ربوہ بی
نے یہ میچ جیت کر چمپئن
شپ کا اعزاز حاصل کیا

محترم صاحبزادہ مرزا طاہر احمد
صاحب کالج سیکشن میں جیتنے
والی ٹیم اسلامیہ کالج لائل پور
کے کپتان کو ٹرافی دے رہے
ہیں
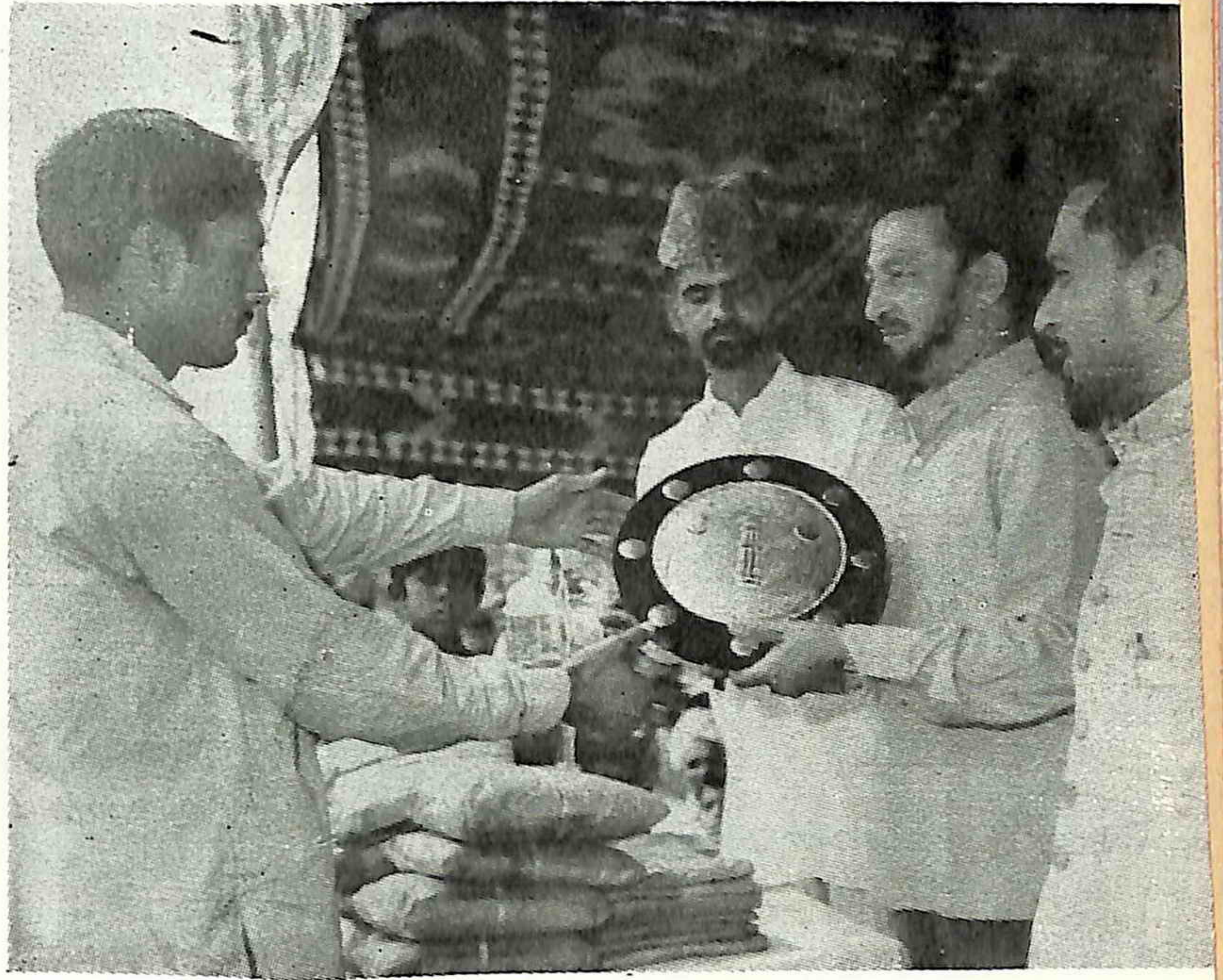
رہ بی اور ضلع گجرات کی
ین میچ شروع ہونے سے قبل
م صاحبزادہ مرزا طاہر احمد
صاحب کے ہمراہ

شعبہ صحتِ جسمانی مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ
کے زیرِ اہتمام
ساتواں آل پاکستان کبڈی ٹورنامنٹ

کمشنر سرگودھا ڈویژن جناب محمد محسن صاحب نے ٹورنامنٹ کا افتتاح فرمایا

گزشتہ ماہ مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کے شعبہ صحتِ جسمانی کے زیرِ اہتمام ۱۴، ۱۵، ۱۶ر اپریل کو ربوہ میں ساتواں کُل پاکستان "طاہر کبڈی ٹورنامنٹ" منعقد ہوا۔

امسال ٹورنامنٹ میں ربوہ، سرگودھا، لائل پور، سمندری، گوجرہ، ٹوبہ ٹیک سنگھ، شیخوپورہ، ملتان، حیدر آباد ڈویژن، گجرات اور واہ کینٹ کی ٹیموں نے شرکت کی۔ کلب سیکشن میں ۱۰ اور کالج سیکشن میں ۴ ٹیموں نے میچ کھیلے۔

افتتاح

افتتاحی تقریب کا آغاز ۱۴ر اپریل بروز جمعۃ المبارک چار بجے شام مہمان خصوصی، کمشنر صاحب سرگودھا ڈویژن جناب محمد محسن کی تشریف آوری پر ہوا۔ آپ کے ہمراہ محترم صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب، محترم چوہدری حمید اللہ صاحب صدر مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ، محترم جناب امتیاز احمد صاحب ساہی اے سی چنیوٹ اور محترم جناب محمد نعیم صاحب اسسٹنٹ ڈائریکٹر تعلقاتِ عامہ سرگودھا بھی تشریف رکھتے تھے۔

تقریب کا آغاز تلاوتِ قرآن کریم سے ہوا۔ تلاوت کے بعد ٹورنامنٹ کمیٹی کے صدر اور مجلس مرکزیہ کے شعبہ صحتِ جسمانی کے مہتمم مکرم پروفیسر عبدالرشید صاحب غنی نے آل پاکستان طاہر کبڈی ٹورنامنٹ کی غرض و غایت اور آغاز کی تاریخ بتائی۔ اور پھر آپ نے معزز مہمان خصوصی سے ٹورنامنٹ کے افتتاح کی درخواست کی۔

شام تک دو میچ ہوئے۔ ۱۵ر تاریخ کو سارا دن کالج اور کلب سیکشن کی متعدد ٹیموں کے دلچسپ اور جاندار میچ ہوئے۔ سب سے دلچسپ مقابلہ کالج سیکشن کا فائینل میچ تھا۔ جس میں اسلامیہ کالج لائل پور نے چیمپئن شپ جیت لی اور تعلیم الاسلام کالج رنرز اپ قرار پایا۔

کلب سیکشن کا فائینل مقابلہ ۱۶ر اپریل

کو صبح نو بجے شروع ہوا۔ کھیل کا میدان تماشائیوں سے بھرا ہوا تھا۔ ربوہ، چنیوٹ، لائل پور، سرگودھا، جھنگ کے بہت سے غیر از جماعت معززین اور اعلیٰ سرکاری حکام نے دلچسپی سے شمولیت فرمائی۔

اس موقعہ پر مہمانِ خصوصی مکرم محترم جناب صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب تھے۔

میچ شروع ہونے سے پہلے فائینل میں پہنچنے والی ٹیموں ربوہ بی اور پاکستان ویسٹرن ریلوے کے کھلاڑیوں کا تعارف مہمانِ خصوصی سے کرایا گیا۔ اس کے بعد میچ شروع ہوا۔ میچ کے دوران لاؤڈ سپیکر پر کومنٹری ہو رہی تھی۔

اس فائینل میچ میں کھلاڑیوں اور تماشائیوں دونوں نے انتہائی جوش و خروش کا مظاہرہ کیا۔ خصوصیت کے ساتھ ربوہ بی ٹیم کے میاں ریاض، توحید پٹھان، شفیع چیمہ اور محمد اسحاق اور ریلوے کے مشتاق، غلام محمد، محمد نواز اور بشیر کا کھیل بہت پسند کیا گیا۔

ربوہ بی ٹیم نے ۴۲ کے مقابلہ میں ۴۸ پوائنٹس سے میچ جیت کر چیمپئن شپ جیت لی —— آپ کو یاد ہوگا گزشتہ سال پاکستان ویسٹرن ریلوے کلب نے چیمپئن شپ جیتی تھی۔

تقسیم انعامات

آخر میں مہمانِ خصوصی محترم صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب نے ٹیموں اور کھلاڑیوں میں انعامات تقسیم فرمائے۔ اور پھر خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ ربوہ کے لوگ سارا سال اس ٹورنامنٹ کا انتظار کرتے ہیں۔ اور یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ شروع سے لے کر اب تک یہ ٹورنامنٹ انتہائی خوشگوار ماحول میں منعقد ہوتے ہیں اور یہاں کے رہنے والے باہر آنے والوں کے ساتھ بھائیوں کی طرح ملتے ہیں۔

آپ نے بتایا کہ ہار جیت تو ہوتی ہی ہے اور اس کے متعدد عوامل ہوتے ہیں۔ لیکن اسلام نے ہمیں یہ سکھایا ہے کہ جیتنے کی صورت میں سبحان اللہ۔ الحمد للہ اور اللہ اکبر کا ورد ہو، تا انسان میں عجز و انکساری قائم رہے اور وہ جیت کے نشے میں متکبر اور مغرور نہ ہو —— اور ہارنے کی صورت میں، خواہ وہ میدان کھیل کا ہو یا جنگ کا —— حوصلے بلند رکھنا اپنی کوتاہیوں اور خامیوں کو دور کرنا اور احسن رنگ شکست کا بدلہ لینے کا عزم رکھنا ضروری ہے آپ نے دعا فرمائی کہ اللہ تعالیٰ پاکستان کو وہ قوت اور عزم عطا کرے کہ ہم دشمن کا غرور اور تکبر توڑنے میں کامیاب ہو جائیں۔ اس کے بعد آپ نے اجتماعی دعا کروائی اور یہ تین روزہ ٹورنامنٹ بڑی کامیابی اور خیر و خوبی کے ساتھ ختم ہوگیا +

مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کی انیسویں مرکزی تربیتی کلاس

مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کے زیر اہتمام امسال سالانہ پندرہ روزہ تربیتی کلاس مورخہ ۲۶ ہجرت تا ۹ احسان ۱۳۵۱ھش (۲۶ مئی تا ۹ جون ۱۹۷۲ء) ایوانِ محمود میں منعقد ہو رہی ہے۔ قرآن کریم کے علوم کو سیکھنے، حدیث، فقہ، عقائد، عربی بول چال، مطالعہ کتب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علاوہ علمائے سلسلہ سے براہِ راست دینی علوم کے حاصل کرنے اور حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی ملاقات اور کلماتِ طیبات سے مستفیض ہونے کا ایک نادر موقع ہے۔ ایسے خدام جو ابھی تک اس کلاس سے مستفید نہیں ہو سکے ان کو چاہیئے کہ وہ زیادہ سے زیادہ تعداد میں اس بابرکت کلاس میں شمولیت اختیار کریں۔

قائدین سے درخواست ہے کہ وہ زیادہ سے زیادہ خدام کو اپنی مجلس کا نمائندہ بنا کر بھجوانے کی کوشش کریں۔ رہائش اور خوراک کا انتظام بذمہ مرکز ہوگا۔

ناظم اعلیٰ
تربیتی کلاس مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ

آپ جانتے ہیں کہ خلیفۂ وقت کی براہِ راست نگرانی و راہنمائی میں ساری دنیا میں تبلیغ و اشاعتِ اسلام و احمدیت کی عظیم الشان مہم تحریک جدید کے نظام کے تحت بفضل تعالیٰ نہایت شاندار نتائج پیدا ہو رہے ہیں۔ اور آج کیا یورپ و امریکہ اور کیا ایشیا و افریقہ ہر کہیں احمدی مبلغین و مبشرین کی شبانہ روز جدوجہد سے دنیا کے ہر گوشہ میں بسنے والی پیاسی روحوں کیلئے روحانی تسکین کے سامان مہیا ہو رہے ہیں۔ تحریک جدید کی اس عہد آفریں مہم میں ہر خادم کی شرکت از حد ضروری ہے۔ تمام خدام اور مجالس کو سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے مندرجہ ذیل ارشاد کو ہمیشہ مدنظر رکھنا چاہیئے۔ حضور اقدس نے ۲۲ اپریل ۱۹۶۶ء کو تحریک جدید کے دفتر سوم کا اجراء کرتے ہوئے فرمایا:-

"تمام احمدی جماعتوں کو ایک باقاعدہ مہم کے ذریعہ نوجوانوں، نئے احمدیوں اور نئے کمانے والوں کو دفتر سوم میں شمولیت کے لئے تیار کرنا چاہیئے۔"

حضور کے اس ارشاد کی روشنی میں ہر خادم اور ہر مجلس پر یہ ذمہ واری عائد ہو رہی ہے کہ ہم جہاں بھی ہوں ہم میں سے ہر ایک اپنے حلقۂ احباب میں، اپنے گھر میں، اپنے خاندان میں، تمام ایسے اطفال، خدام اور انصار کو جو ابھی تک تحریک جدید کے مالی جہاد میں شریک نہیں دفتر سوم میں شامل کریں۔

مہتمم تحریک جدید مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ

اخبارِ مجالس

مجلس خدام الاحمدیہ گجرات

مورخہ ۲۳ مارچ ۱۹۷۲ء کو یوم مسیح موعودؑ کے موقع پر مجلس خدام الاحمدیہ گجرات شہر نے شادیوال پروجیکٹ پر یک روزہ تربیتی اجتماع منعقد کیا جس میں گجرات، شادیوال، کھوکھر غربی، کنجاہ، چوکنانوالی، دھیر کے اور لنگے سے تقریباً اسی خدام شامل ہوئے۔ مرکز سے مکرم عبد المجید صاحب مہتمم تجنید مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ خاص طور پر اس تقریب کے لئے تشریف لائے ہوئے تھے۔ علاوہ ازیں مکرم مولوی عبد المنان صاحب مربی سلسلہ احمدیہ گجرات، مکرم مولوی عبد المالک صاحب مربی کھاریاں اور مکرم مولوی بدر الدین صاحب معلم وقف جدید نے بھی اس اجتماع میں شرکت کی۔

اجلاس کا آغاز تلاوتِ کلامِ پاک سے ہوا۔ عہد و نظم کے بعد مکرم مہتمم صاحب تجنید نے دعا کے ذریعے اس بابرکت اجتماع کا افتتاح فرمایا۔ جس کے بعد مکرم مرزا مبشر احمد صاحب قائد گجرات نے اجتماعات کی غرض و غایت اور اُن کے مقاصد پر تفصیل سے روشنی ڈالی۔ آپ نے کہا کہ اس قسم کے پروگراموں کا مقصد باہمی الفت، محبت اور مودت کو فروغ دینا ہوتا ہے۔ مکرم قائد صاحب گجرات کے اس خطاب کے بعد درس قرآن پاک دیا گیا۔ دورانِ اجتماع مکرم مہتمم صاحب تجنید نے تمام مجالس کے کام کا تفصیلی جائزہ لیا۔ اور ضروری کوائف اکٹھے کرنے کے بعد مجلس گجرات کو مبارکباد دی کہ اس نے یہ اجتماع منعقد کر کے ایک صحت مند روایت قائم کی ہے۔ آپ نے کہا کہ اس قسم کے پروگرام مجالس میں بیداری کا پیش خیمہ ہوتے ہیں۔

مکرم مہتمم تجنید کے خطاب کے بعد خدام کے کھیلوں کے مقابلے شروع ہوئے۔ کبڈی کے مقابلے میں گجرات کی ٹیم نے شادیوال اور کھوکھر غربی کی مشترکہ ٹیم پر برتری حاصل کی۔ کبڈی کے علاوہ رومال پکڑنا اور رسہ کشی کے مقابلے بھی ہوئے جن میں گجرات کی ٹیم اوّل رہی۔

دو بجے بعد دوپہر اجلاس دوم میں مکرم افضال ربانی صاحب معتمد ضلع گجرات، حکیم سراج الدین صاحب شادیوال، مکرم مولوی عبد المنان صاحب مربی گجرات اور مکرم عبد المالک صاحب مربی کھاریاں نے یوم مسیح موعودؑ کی مناسبت سے سیرۃ حضرت مسیح موعودؑ پر تقاریر کیں۔ اس کے بعد خدام کا تقریری مقابلہ شروع ہوا جس میں عزیز احمد صاحب
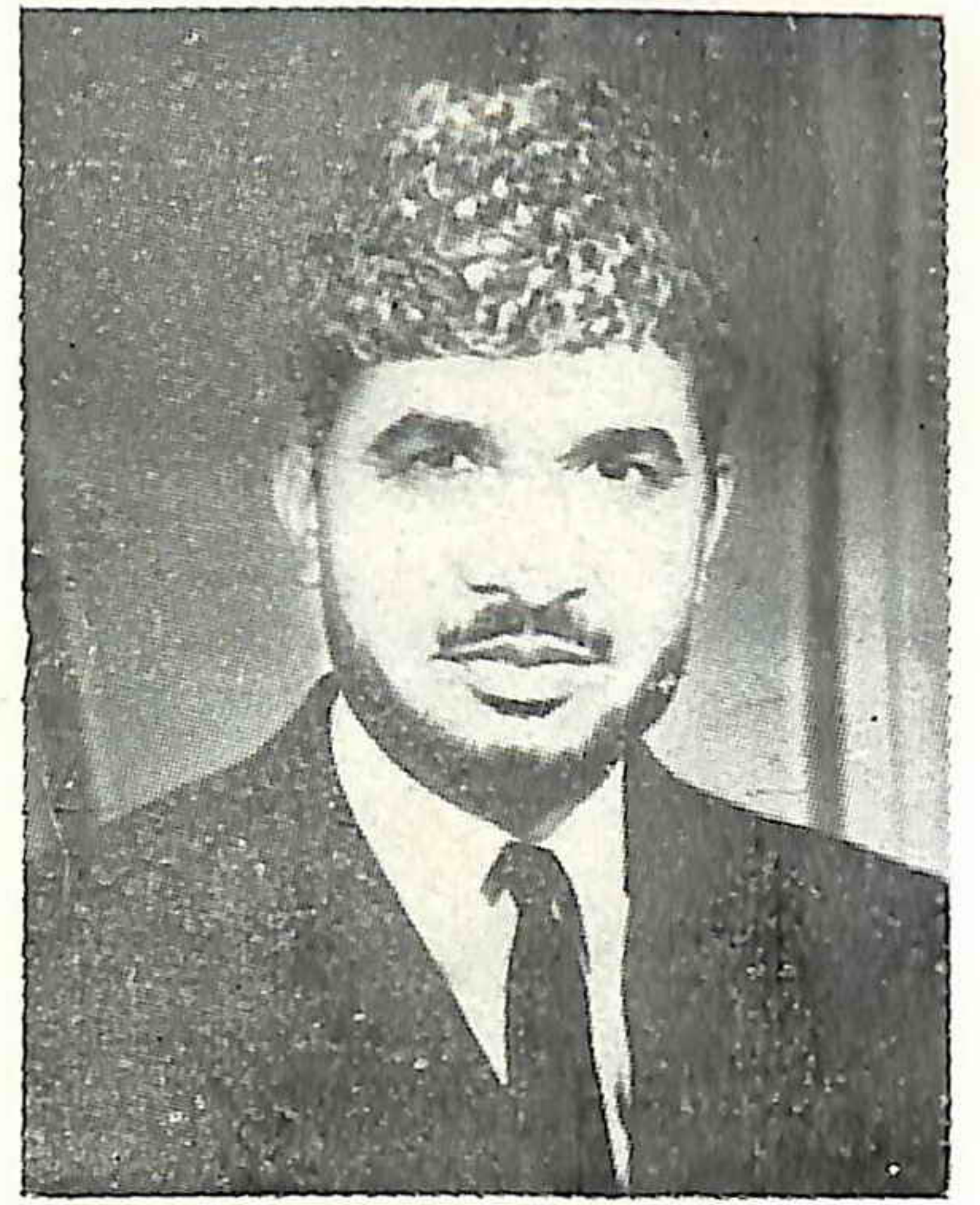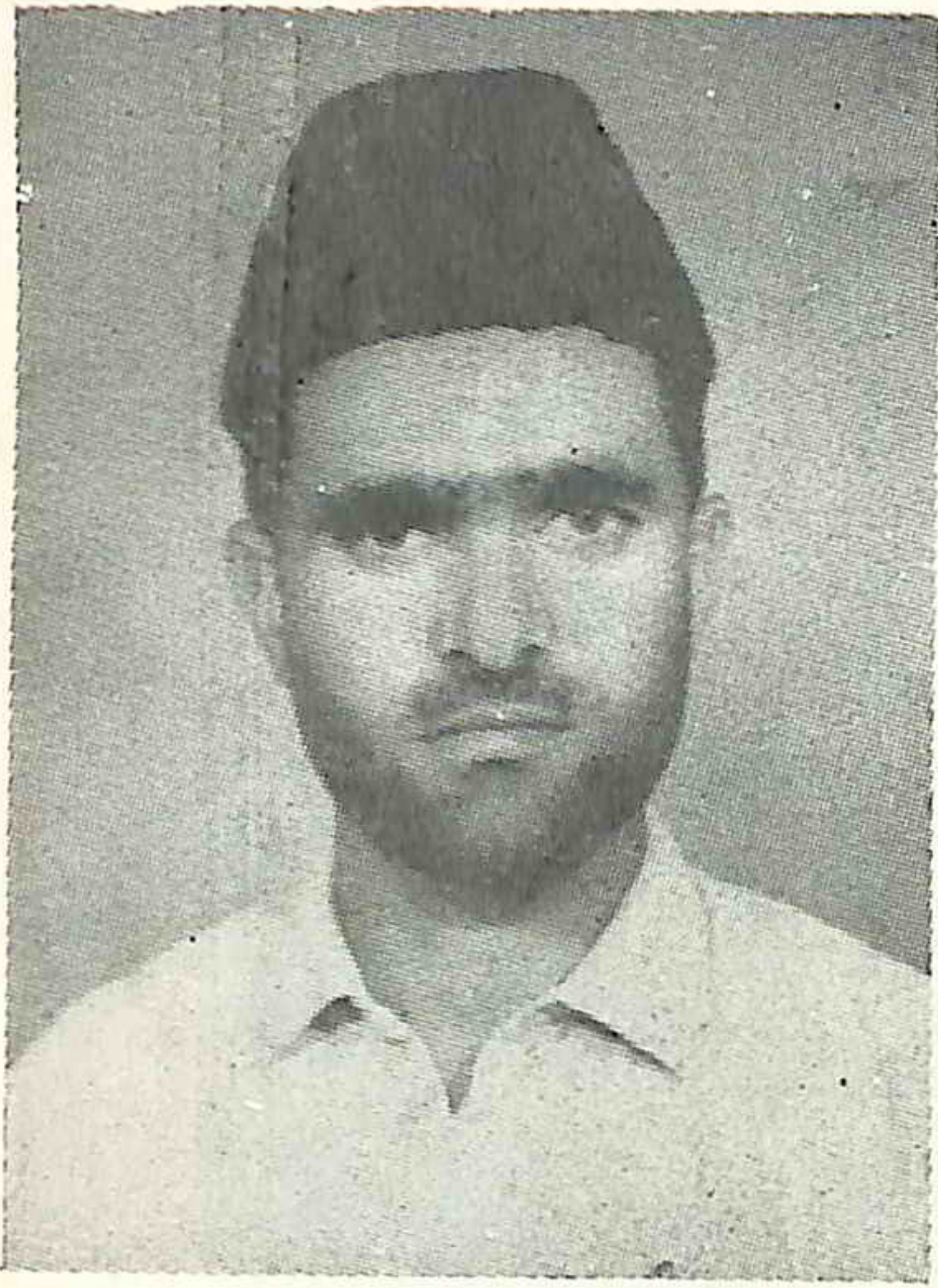
مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کے نئے
معتمد محترم اللہ بخش صاحب شاہد

مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کے سابق
معتمد محترم بشیر احمد صاحب شمس

مہتمم صاحب صحت جسمانی کبڈی
ٹورنامنٹ کے موقع پر رپورٹ پڑھ رہے ہیں

مجلس خدام الاحمدیہ ضلع گجرات کے
تحت سائیکل ریس کا منظر
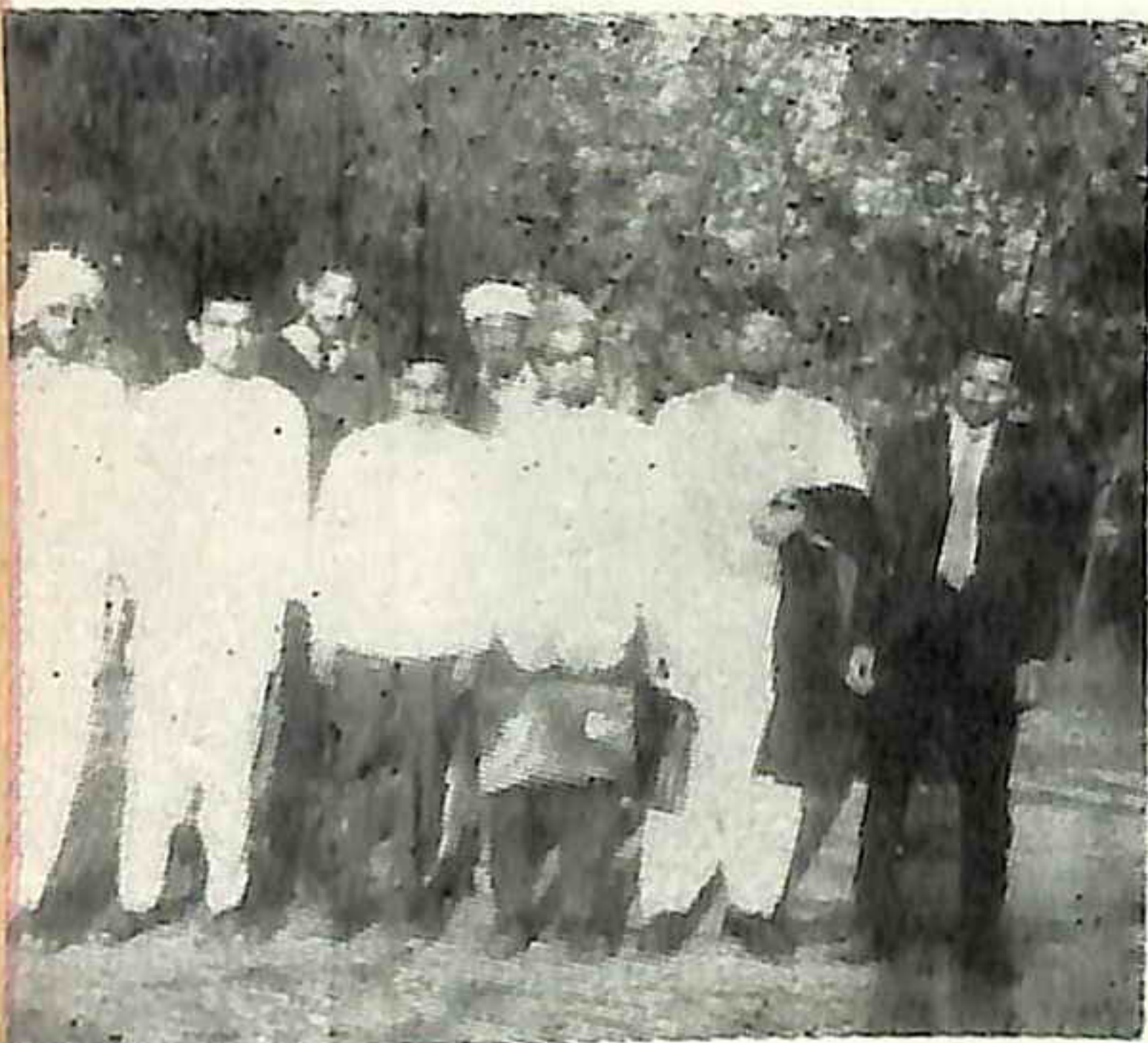
مہتمم صاحب تجنید عہدیداران ضلع
گجرات کے ہمراہ
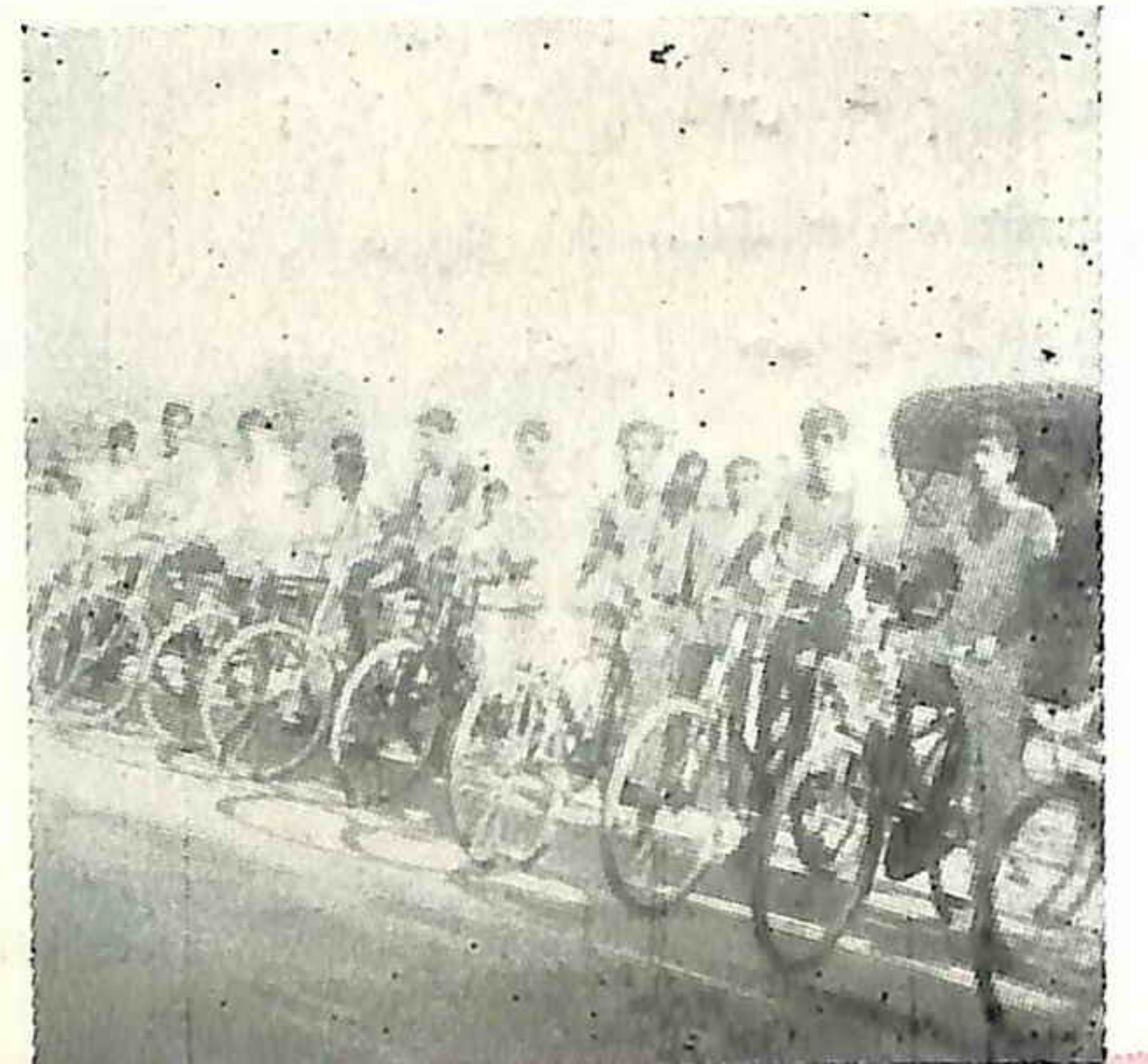
مکرم و محترم صاحبزادہ مرزا طاہر احمد
صاحب ٹورنامنٹ میں شرکت کرنے والی
ٹیموں سے اختتامی خطاب فرما رہے ہیں
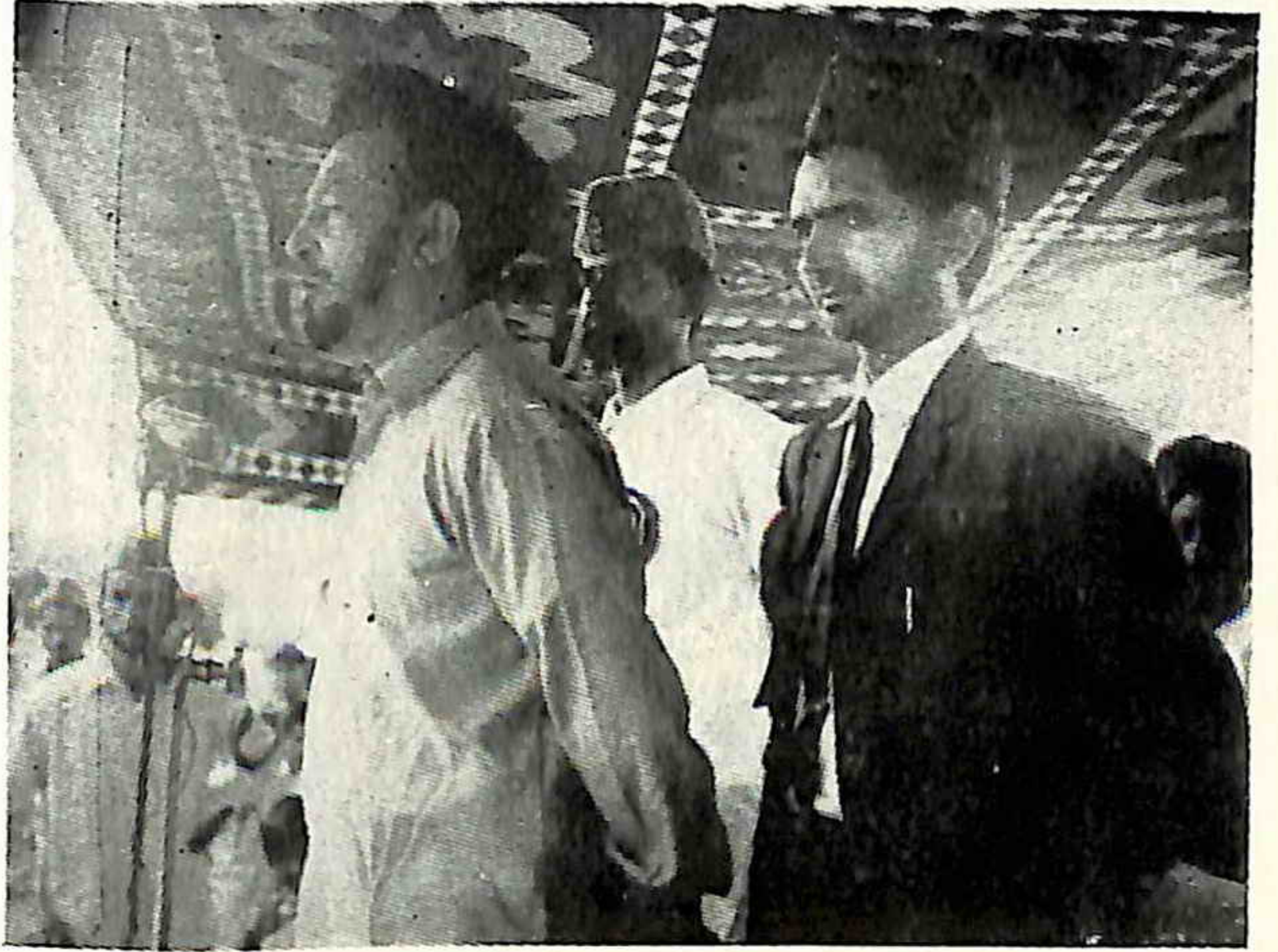
مجلس ماڈل ٹاؤن کے اجلاس
عام میں مکرم عبد الرشید
تبسم صاحب مربی ضلع لاہور
تقریر کر رہے ہیں

مجلس خدام الاحمدیہ ماڈل
ٹاؤن کے اجلاس عام میں
چوھدری اسداللہ خانصاحب
امیر جماعت احمدیہ لاہور
خطاب فرما رہے ہیں

کھوکھر غربی اور افضال ربانی صاحب گجرات نے علی الترتیب اول و دوم پوزیشن حاصل کی۔ حوصلہ افزائی کا انعام چوہدری محمد ارشد صاحب گجرات کو ملا۔ آخر میں سائیکل ریس، نیزہ بازی، لمبی چھلانگ اور کبڈی کے مقابلے ہوئے جن کے بعد تقسیم انعامات کی کاروائی شروع ہوئی۔ انعامات مکرم عبدالمجید صاحب نمائندہ مرکزیہ نے تقسیم فرمائے آخر میں دعا پر یہ بابرکت اجتماع اختتام پذیر ہوا۔

مجلس خدام الاحمدیہ دارالرحمت شرقی ربوہ

آل ربوہ تقریری مقابلہ :-

مجلس خدام الاحمدیہ دارالرحمت شرقی کے تحت ایک آل ربوہ تقریری مقابلہ ہوا۔ جس میں قریباً دس مقررین نے ذیل کے عناوین پر تقاریر کیں :-

۱۔ اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد۔

۲۔ شہید کی جو موت ہے وہ قوم کی حیات ہے۔

۳۔ اسلام کا عالمگیر غلبہ اور نوجوانوں کا فریضہ۔

اس تقریب کی صدارت محترم مولانا ابوالعطاء صاحب جالندھری نے فرمائی جبکہ منصفین کے فرائض سید منیر احمد صاحب باہری، چوہدری شبیر احمد صاحب بی۔اے (منصف اعلیٰ) اور مبارک احمد صاحب عابد ایم۔اے نے سرانجام دیئے منصفین کے متفقہ فیصلے کے مطابق عبدالکریم خالد اول۔ جمیل الرحمٰن جمیل دوم اور محمد داؤد منیر سوم قرار قرار دیئے گئے۔

آخر میں محترم مولانا ابوالعطاء صاحب نے انعامات تقسیم فرمائے اور فنِ خطابت کے بارے میں خدام کو مفید معلومات بہم پہنچائیں۔

درخواستِ دُعا

محترم جناب تنویر احمد شاہ صاحب زعیم دارالصدر غربی ربوہ گُردے کی تکلیف کے باعث سخت بیمار ہیں۔

قارئین اس مخلص اور مجلس کے کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے والے خادم کی صحتیابی کے لئے دعا فرمائیں۔

شیزان
گھر بھر کی خوشی
اور صحت کا
ضامن ہے
Garden peas
Peach Jam
HOT KETCHUP
Shezan
ORANGE SQUASH
Plum Jam
TOMATO KETCHUP
شیزان
انٹرنیشنل لمیٹڈ
بند روڈ۔ لاہور

Monthly "KHALID" Rabwah
May, 1972 Regd. No. L 5830

خدام الاحمدیہ مرکزیہ کے زیر اہتمام سالانہ تربیتی کلاس

۲۶ ہجرت تا ۹ احسان/۲۶ مئی تا ۹ جون

مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ ہر سال ایک پندرہ روزہ تربیتی کلاس منعقد کرتی ہے۔ امسال یہ کلاس ۲۶ مئی تا ۹ جون ۷۲ء ربوہ میں منعقد ہو رہی ہے۔ کلاس کا نصاب ترجمہ قرآن مجید۔ احادیث۔ کتب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام۔ مسائل فقہ۔ عقائد جماعت احمدیہ اور ابتدائی عربی بول چال پر مشتمل ہے۔

انشاءاللہ تعالی حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالی بنصرہ العزیز کلاس کا افتتاح فرمائیں گے۔ حضور کے خطاب کے علاوہ علماء و بزرگان سلسلہ وقتاً فوقتاً شامل ہونے والے طلباء سے خطاب فرمائیں گے۔

مرکز سلسلہ میں قیام۔ حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالی بنصرہ العزیز کے ارشادات سننے اور دینی تعلیم کے حصول کا ایک نہایت عمدہ موقع ہے۔ چاہیئے کہ خدام الاحمدیہ کی ہر مجلس سے نمائندہ خدام اس کلاس میں شمولیت فرمائیں

وہ نوجوان جنہوں نے امسال میٹرک کا امتحان دیا ہے ان کے لئے ان کی موجودہ فراغت اس کلاس سے استفادہ کا سنہری موقع ہے۔ ایسے نوجوانوں کو تو خصوصیت سے اس کلاس میں شامل ہونا چاہیئے فرمائیں۔

والدین کی خدمت میں درخواست ہے کہ وہ اپنے بچوں کو اس کلاس میں شمولیت کے لئے تیار کر کے مقامی قائد مجلس خدام الاحمدیہ کو مطلع فرمائیں۔ شامل ہونے والے خدام کو ۲۵ مئی کی شام تک ربوہ پہنچنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔

قائدین مقامی کا فرض ہے کہ وہ اپنی مجلس سے کم از کم ایک نمائندہ ضرور بھجوائیں اور مرکز کو اپنے نمائندہ کے نام اور کوائف سے مطلع کریں۔

حمید اللہ

صدر مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ ربوہ